عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوة

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد: ۳۲ | ۲۶ محرم تا ۲ صفر ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۷ دسمبر ۲۰۱۳ء | شمارہ: ۴۵

دوست و دشمن کو پہچاننے کی ضرورت

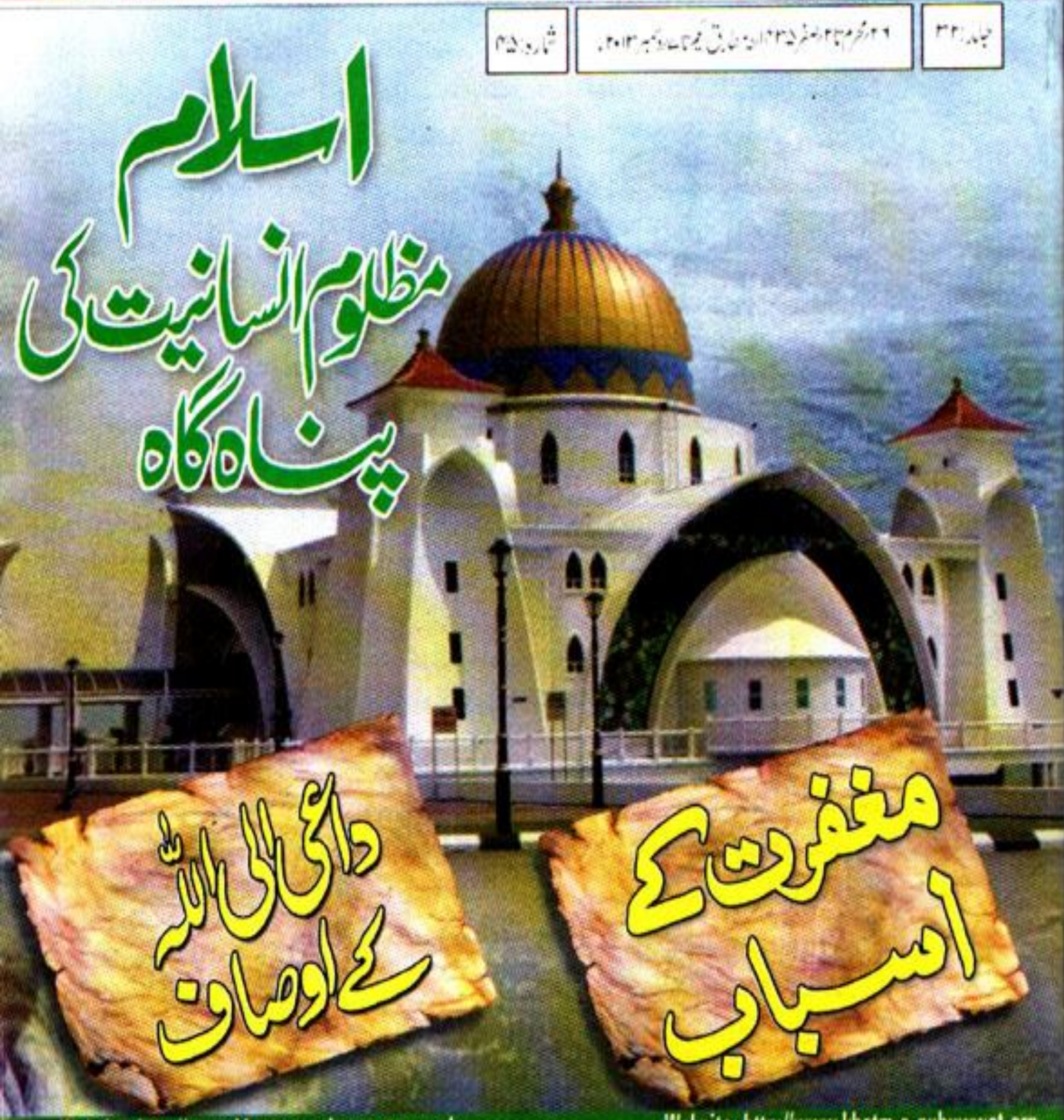

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

قادیانی زندیق ہیں ان سے کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا

عمیر سلیم، کراچی

س:......ایک شخص ہے جس کا تعلق قادیانی خاندان سے ہے، اس نے دھوکے سے ایک مسلمان بچی سے نکاح کرلیا، بعد میں پتہ چلا کہ یہ شخص قادیانی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس قادیانی لڑکے سے مسلمان لڑکی کا نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟ کیا لڑکے سے لڑکی کو طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

ج:......قادیانی اپنے کفریہ عقائد کی بنا پر کافر، مرتد اور زندیق ہیں ان سے کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں قادیانی لڑکے سے مسلمان لڑکی کا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا ہے، لڑکی پر لازم ہے کہ فوراً اس سے قطع تعلق کرکے الگ ہوجائے، اس میں طلاق لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مرحوم کی جائیداد وارثوں میں کس طرح تقسیم کی جائے؟

س:......کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق شریعت کی روشنی میں: ہمارے والد کا تقریباً ۱۳ سال قبل انتقال ہوا تھا۔ والدہ، ۳ بھائی اور ایک بہن اور دادی بھی ہماری حیات ہیں۔

۲:... میں نے اپنا علیحدہ کاروبار والد صاحب کی زندگی میں شروع کردیا تھا اور ایک بھائی میرے ساتھ معاونت کرتا ہے، دوسرے بھائی نے والد صاحب کی دکان اور کاروبار کو سنبھالا ہوا ہے۔

۳:... انتقال کے وقت والد صاحب کی ایک دکان تھی جس میں وہ کاروبار کرتے تھے اور والدہ صاحبہ نے ایک گھر خریدا تھا، جس میں آدھی رقم والد صاحب کی تھی۔ اب اس گھر میں ہم ۳ بھائی اور والدہ رہائش پذیر ہیں اور دکان میں منجھلا بھائی کاروبار کررہا ہے۔ والد صاحب کے انتقال کے وقت مکان تقریباً ۲۰۰ گز سنگل اسٹوری تھا بعد میں اس میں اضافہ ہوا اور وہ ڈبل اسٹوری ہوگیا تھا، اسی طرح دکان میں بھی اضافہ ہوا۔ مکان والدہ اور والد کا مشترکہ تھا (نصف، نصف) بعد میں مکان میں، میں نے اور والدہ نے تعمیر میں رقم لگائی تھی۔

۴:... ہماری اور والدہ کی خواہش ہے کہ بہن کو پہلے حصہ دے دیں، لیکن ہم مکان اور دکان فروخت نہیں کرنا چاہتے ہیں۔

۵:... بہن کے بعد ہم دادی کو حصہ دینا چاہتے ہیں۔

ج:......صورت مسئولہ میں آپ کے والد مرحوم کی تمام جائیداد کو ۱۶۸ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے ۲۱ حصے آپ کی والدہ کے اور ۲۸ حصے آپ کی دادی کے ۱۷ حصے آپ کی بہن کے اور ۳۴، ۳۴ حصے آپ کے اور آپ کے ہر ایک بھائی کے ہوں گے۔

۲:... آپ چونکہ اپنا علیحدہ کام کرتے ہیں اس لئے اس میں تو وراثت جاری نہیں ہوگی، ہاں آپ کے بھائی جو والد مرحوم کے کاروبار کو چلاتے ہیں، اس میں وراثت جاری ہوگی اور مندرجہ بالا طریقہ تقسیم کے مطابق ہر ایک کا حصہ ہوگا۔

۳:... مکان چونکہ آپ کے والد اور والدہ کا مشترکہ ہے، اس لئے والد صاحب کی وفات کے بعد اس میں جس نے جو تبدیلی کی اور تعمیر میں رقم لگائی تو تقسیم کے وقت مکان کی موجودہ مالیت سے وہ صرف اس تعمیر میں خرچ شدہ رقم نکال لینے کا حقدار ہوگا اور باقی کی رقم آپ کے والد اور والدہ کے درمیان نصف نصف ہوگی اور پھر والد مرحوم کے حصے کی نصف رقم میں وراثت جاری ہوگی، اسی طرح دکان میں جو اضافہ ہوا ہے اگر وہ کسی نے اپنی ذاتی رقم سے کیا ہے تو وہ دکان کی کل مالیت میں اپنی لگائی ہوئی رقم نکال کرکے باقی کو شرعی حصے کے مطابق تقسیم کرے۔

۴،۵:... بہن اور دادی کا جو حصہ شریعت کے مطابق بنتا ہے وہ ادا کردیں، اس کے بعد وہ دوبارہ مطالبہ کرنے کے حق دار نہیں ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوّۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری　صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی　مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۲　۲۶ محرم تا ۲ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۷ دسمبر ۲۰۱۳ء　شمارہ:۴۵

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور راnا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں

دوست و دشمن کو پہچاننے کی ضرورت!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
اسلام: مظلوم انسانیت کی پناہ گاہ!	۹	مولانا عبداللہ عباس ندوی
مغفرت کے اسباب!	۱۲	مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری
حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ کی خدمات!	۱۴	خطاب: مولانا اللہ وسایا مدظلہ
ختم نبوت... عقل کی روشنی میں (۳)	۱۹	مولانا محمد اسحاق سندیلوی
اسلام کے کاروباری اخلاق (۲)	۲۲	ڈاکٹر بشیر احمد رند
داعی الی اللہ کے اوصاف۔	۲۶	مولانا قاضی احسان احمد

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 / اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

B5,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری　مطبع: القادر پرنٹنگ پریس　طابع: سید شاہد حسین　مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

جہنم کے احوال

رحمتِ خداوندی سیئات حسنات میں بدل دیگی

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا، ایک آدمی کو لایا جائے گا، حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ: اس کے صغیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کرو اور اس کے کبیرہ گناہ چھپا رکھو، چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ: تم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے، اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ (یہ تمام گناہ جتانے کے بعد) اس سے کہا جائے گا کہ: تجھے ہر برائی کی جگہ نیکی دی جاتی ہے۔ وہ (رحمتِ الٰہی کی فراوانی کو دیکھ کر) بول اُٹھے گا کہ: یا اللہ! میں نے اور بہت سے گناہ کئے تھے جو یہاں نظر نہیں آرہے! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کو بیان فرماکر) ہنس رہے ہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔" (ترمذی ج:۲ ص:۸۳)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اہلِ توحید میں سے کچھ لوگوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہوجائیں گے، پھر رحمت ان کی دستگیری فرمائے گی، پس ان کو نکالا جائے گا اور جنت کے دروازوں پر ڈالا جائے گا، اہلِ جنت ان پر پانی ڈالیں گے، پس وہ ایسے اُگیں گے جیسے سیلاب کے کوڑے میں دانے اُگتے ہیں، پھر وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۸۳)

جنت کے دروازے پر آبِ حیات کی نہر ہوگی، جس میں جہنم سے کوئلہ بن کر نکلنے والوں کو غسل دیا جائے گا، اس سے آتشِ دوزخ کے تمام اثرات دُھل جائیں گے اور ان پر جھٹ پٹ تروتازگی کے آثار نمودار ہوجائیں گے، یہ حضرات پاک صاف ہوکر جنت میں داخل ہوں گے۔

جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہوگی

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت فقراء کی نظر آئی، اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت عورتوں کی نظر آئی ہے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۸۴)

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے دوزخ میں جھانکا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت عورتوں کی ہے، اور جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگوں میں اکثریت فقراء کی ہے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۸۴)

جنت میں فقراء کی اکثریت ہونا تو ظاہر ہے کہ فقراء میں جنت والے اعمال کی زیادہ رغبت، اور مال دار جنت والے اعمال میں اکثر کوتاہی اور غفلت کا شکار ہوتے ہیں، اِلّا ماشاء اللہ!

اور جہنم میں عورتوں کی اکثریت کی وجہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ: تم صدقہ کیا کرو، کیونکہ مجھے دوزخ میں تمہاری اکثریت دکھائی گئی ہے، انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

"تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ۔"

ترجمہ:... "تم لعنت زیادہ کرتی ہو، اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔"

دوزخ میں جس شخص کو سب سے کم عذاب ہوگا وہ کون ہے؟

"حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے شک دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا، جس کے پاؤں کے تلووں کے اس حصے میں جو زمین سے نہیں لگتا، آگ کے دو شعلے ہوں گے، جن کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح اُبلتا ہوگا، جس طرح ہنڈیا اُبلتی ہے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۸۴)

جیسے کہ صحیح بخاری اور حدیث کی دُوسری کتابوں میں آیا ہے، یہ ابوطالب ہوں گے، جن کو تمام اہلِ دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے، جس کی گرمی سے اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح اُبلتا ہوگا۔ اس حدیث سے دوزخ کے عذاب کی شدت کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔"

ترجمہ:... "اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں دوزخ کے عذاب سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں قبر کے عذاب سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں مسیح دجال کے فتنے سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں زندگی اور موت کے فتنوں سے، اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں گناہ سے اور تاوان سے۔"

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

دوست و دشمن کو پہچاننے کی ضرورت!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امریکہ کو روئے زمین پر کہیں بھی مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق اور حکومت و عوام کا باہمی تعلق و اعتماد قطعاً برداشت نہیں، اس لیے مصر، شام، لیبیا، تیونس کے علاوہ عراق، افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی حکومت و عوام کو دست و گریباں کرنے، ان کو آپس میں لڑانے، خانہ جنگی کی فضا پیدا کرنے میں ہی ہمیشہ وہ اپنی ناپاک سازشیں اور گھناؤنی کارروائیاں کرتا رہا ہے۔ اس لیے اس نے پاکستانی حکومت اور تحریک طالبان کے درمیان ہونے والے اس امن معاہدے کو سبوتاژ کرنے کے لیے ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ، یکم نومبر ۲۰۱۳ء بروز جمعہ کو ڈرون حملہ کرکے حکیم اللہ محسود کو چھ ساتھیوں سمیت شہید کردیا ہے۔

حالات اور واقعات بتاتے ہیں کہ امریکہ دنیا بھر میں بالعموم اور اسلامی دنیا میں بالخصوص یہ نہیں چاہتا کہ امن وامان یا سکون و اطمینان ہو، بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق رہے، ان میں باہم لڑائی جھگڑے ہوتے رہیں، فتنہ و فساد کی فضا قائم رہے، تاکہ مسلمانوں کی افرادی و مادی قوت و طاقت باہم ٹکرا کر پاش پاش ہوجائے اور اگر کہیں حالات امن و سکون کی طرف جارہے ہوں یا کسی امن معاہدے کی بازگشت سنائی دے تو وہاں خود ہی اپنے لاؤ لشکر سمیت اُن پر چڑھائی کردیتا ہے، اس لیے کہ ہمیشہ سے اس کی عادت رہی ہے کہ وہ خود غرض اور لالچی انسان کی طرح اپنی غرض اور ہوس کے حصول کے لیے ایک پلان بناتا ہے، اس کے لیے جھوٹی، من گھڑت باتیں اور کہانیاں گھڑتا ہے، پھر اپنے اہداف اور اغراض کے حصول کے لیے خود بھی اور اپنے ایجنٹوں کو بھی حرکت میں لاتا ہے، جیسا کہ روزنامہ جنگ کے کالم نگار جناب مجاہد منصوری نے اپنے کالم بنام "۱۱/۹ اینڈ نیو ورلڈ آرڈر اور پاکستان" میں لکھا ہے:

"........۱۱/۹ اینڈ نیو ورلڈ آرڈر" میں نائن الیون اور پرل ہاربر پر جاپانی حملے میں مماثلت کا جائزہ ۱۱/۹ کے امریکی محققین کی تحقیق اور اٹھائے گئے سوالات کی روشنی میں لیا گیا ہے، جس میں اس تاریخی حقیقت کا پردہ چاک ہوتا ہے کہ امریکی نیول انٹیلی جنس نے امریکہ کے براہ راست جنگ میں کودنے کا جواز پیدا کرنے کے لیے جاپانیوں کو "قابل یقین" ذرائع سے یہ جعلی اطلاع پہنچائی کہ امریکہ جاپان پر بڑا حملہ کرنے والا ہے، جس پر جاپان نے "دشمن کے حملے سے پہلے حملہ" کی جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے امریکی بندرگاہ پرل ہاربر پر حملہ کیا، جس نے امریکہ کو جاپان پر ایٹم بم کی قیامت برپا کرنے کا جواز بھی پیدا کردیا۔ یہ انکشاف امریکہ کے سرکاری ریکارڈ کی بے نقابی سے ہوا۔ گویا امریکہ جاپان کو اس پوزیشن میں لے آیا کہ وہ امریکہ کو کہے "آ بیل مجھے مار"......"

(۲۸ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ، ۳ نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار، روزنامہ جنگ کراچی)

یہی وجہ تھی کہ امریکہ نے عراق پر چڑھائی کرنے سے پہلے اس کو کویت پر حملے کے لیے اُکسایا، جب عراق نے کویت پر چڑھائی کردی تو کویت کی مدد کے نام پر کویت اور سعودی عرب سے مال بٹورا۔ سعودی عرب میں فوجی ہوائی اڈوں کے نام پر پنجے گاڑ لیے۔ عراق میں کیمیائی مواد کی موجودگی کا جھوٹ بول کر

عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور آج تک وہاں دھماکے اور حملے جاری ہیں۔ بالکل اسی طرح پر نائن الیون کا ڈرامہ رچا کر اسامہ بن لادن اور القاعدہ کے نام پر افغانستان پر یلغار کردی اور آج تک وہاں موجود ہے۔

اسی طرح عراق اور افغانستان کی بربادی کے بعد امریکہ نے چاہا کہ پاکستان پر حملہ کیا جائے، اب اس کے لیے کوئی جواز چاہیے تھا تو اس نے اس وقت حکمرانوں کو باور کرایا کہ ہمارے اور تمہارے متفقہ دشمن اور باغی سرزمین پاکستان کے علاقے جنوبی وزیرستان اور وانا میں چھپے ہوئے ہیں، ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ پاکستان کے ضمیر فروش حاکم پرویز مشرف نے ان عالمی مکاروں اور دغابازوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے ملکی سالمیت کو داؤ پر لگا کر پاک فوج کے جوانوں کو زبردستی آزاد قبائل میں گھسادیا، ان کے گھروں اور دکانوں کو منہدم کرانے کے علاوہ وہاں کے بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کرایا۔

قبائلی علاقے کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے کبھی قوت وطاقت اور اسلحے کے زور پر کسی کی غلامی قبول نہیں کی۔ انگریز بہادر پہلے بھی کئی بار ان پر زور آزمائی کر چکا ہے، مگر ہر دفعہ اسے منہ کی کھانی پڑی اور سوائے کف افسوس ملنے کے اسے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اس لیے کہ قبائلی عوام خالص اور پکے مسلمان ہیں۔ انہیں اسلام، قرآن اور اللہ کے دین کے ساتھ سچی محبت ہے۔ وہ ہمیشہ سے چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ہو، اس لیے انہوں نے پاکستان بنتے وقت اس میں شمولیت اختیار کی تھی۔ پاکستان کے حکمرانوں نے ہمیشہ ان سے جھوٹے وعدے کیے، لیکن اس کے باوجود وہ شروع سے ہی رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو پاکستانی سمجھتے اور کہتے رہے ہیں اور آج بھی وہ پاکستان سے وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔

امریکہ نے جب افغانستان پر حملہ کیا اور پاکستانی حکمرانوں نے محض ایک فون کال پر ڈھیر ہو جانے کے بعد امریکہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو ایک محترم صحافی نے اس وقت لکھا تھا کہ پاکستان کی ڈھال اور دفاعی قوت کے چار ستون ہیں: ۱: افغانستان میں اس وقت امیر المؤمنین ملا عمر کی حکومت۔ ۲: آزاد قبائل جو ہمیشہ آزادانہ اور رضا کارانہ طور پر پاکستان کی دفاعی لائن ثابت ہوئے۔ ۳: پاکستان کا مذہبی طبقہ جو ہمیشہ سے پاکستان کی سلامتی اور ملکی بقا کی ضمانت ہے۔ ۴: پاکستان کی مسلح افواج جن کی ملکی سلامتی کے لیے قربانیاں تاریخ کا سنہری حصہ ہیں۔ حکومت امریکی دوستی کے نشے میں انہیں ایک ایک کرکے ڈھا رہی ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک وقت آئے گا پاکستان کے لیے اپنا دفاع بھی مشکل ہو جائے گا۔ لیکن اُس وقت کے حکمرانوں نے کسی کی نہیں سنی، بلکہ اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر نہ صرف یہ کہ ایک ایک کرکے ان ستونوں کو کمزور کیا اور گرایا، بلکہ اس سے بڑھ کر تمام ملکی مفادات کا سودا کیا، اس کی خودمختاری اور سالمیت کو بھی داؤ پر لگا دیا، اس لیے کہ انہوں نے ہی ان اعدائے اسلام کو لاجسٹک سپورٹ مہیا کی، ان کو اپنے اڈے فراہم کیے، اپنے ہی لوگوں کو گرفتار کرکے ان کے حوالہ کیا، ملک کا اسلامی تشخص بگاڑا، ملک کو لاقانونیت اور دہشت گردی کی دلدل میں دھکیلا، ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کو پامال کیا اور اپنے آقاؤں کو ڈرون حملے کرنے کی راہ دکھائی۔

امریکہ کی یہ عادت رہی ہے کہ جب بھی حکومت پاکستان اور آزاد قبائل کے عمائدین کے درمیان کوئی معاہدہ ہونے لگتا ہے تو وہ ان مذاکرات اور اس کے نتیجے میں ہونے والے معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی کارروائی کرا دیتا ہے، مثلاً:

۱۸ر جون ۲۰۰۴ء کو اس وقت جب کہ طالبان کے کمانڈر نیک محمد اور پاکستانی حکام کے مابین شکئی امن معاہدہ ہو چکا تھا اور پاک فوج کے ایک افسر نے اس خوشی میں ان کے گلے میں پھولوں کے ہار بھی ڈالے، لیکن امریکہ نے ڈرون حملہ کرکے کمانڈر نیک محمد کو شہید کردیا اور اس پر جرأت یہ کہ پاکستانی حکومت کو مجبور کیا گیا کہ وہ کہے کہ یہ حملہ ہم نے کیا ہے۔ اس جھوٹ کا پول دو سال بعد اس وقت کھلا جب مغربی ذرائع ابلاغ نے تصدیق کی کہ یہ ڈرون حملہ امریکہ نے ہی کیا تھا۔

اسی طرح ۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۶ء میں مذاکرات کے نتیجے میں تحریک نفاذ شریعت محمدی اور حکومت کے درمیان معاہدہ ہونے والا تھا کہ اسی دن علی الصبح وہاں کے مدرسہ ضیاء العلوم تعلیم القرآن کے معصوم طلبہ پر میزائل حملہ کرکے مدرسہ کی عمارت، اس کے مہتمم سمیت ۸۰ طلبہ کو شہید کردیا۔ آزاد ذرائع کی اطلاعات کے مطابق یہ حملہ بھی امریکہ نے ہی کیا تھا، لیکن پاکستان کے اس وقت کے حکمرانوں سے کہلوایا گیا کہ یہ حملہ ہم نے کیا ہے۔

اس کے تقریباً دس دن بعد ۹ر نومبر ۲۰۰۶ء کو زیر تربیت ۴۲ر فوجی جوانوں کو ایک خودکش بمبار کے ذریعہ ابدی نیند سلا دیا گیا، تاکہ پاکستانی عوام کو باور

کرایا جاسکے کہ دیکھو! یہ فوج کے خلاف اس حملے کا ردعمل ہے، الغرض دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہایا گیا اور بدنام بھی انہیں ہی کیا گیا۔

پھر ۱۶؍اگست ۲۰۰۹ء کو ڈرون حملہ کرکے تحریک طالبان کے سربراہ امیر بیت اللہ محسود کو شہید کیا گیا، جبکہ وہ وزیرستان کے علاقے زنگر میں موجود تھے۔

۷؍اکتوبر ۲۰۱۰ء کو تحریک طالبان کے ایک راہنما قاری حسین کو بھی ڈرون حملہ کرکے شہید کیا گیا۔

اسی طرح مولوی نذیر کو انگور اڈا کے علاقے میں نشانہ بنایا گیا، جو پاکستانی حکومت کے حامی تصور کیے جاتے تھے، مولوی نذیر کے بھائی حضرت عمر کو بھی اکتوبر ۲۰۱۱ء میں ڈرون حملے میں شہید کیا گیا۔

۲۹؍مئی ۲۰۱۳ء میں تحریک طالبان کے اہم کمانڈر ولی الرحمٰن کو میران شاہ کے علاقے چشمہ میں ان کے چھ ساتھیوں سمیت نشانہ بنایا گیا۔ اس لیے پاکستان کے وزیر داخلہ جناب چوہدری نثار اس تازہ ترین حملے (جس میں حکیم اللہ محسود کو شہید کیا گیا) کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ:

''یہ حکیم اللہ محسود کا قتل نہیں ہے، بلکہ امن کی کوششوں کا قتل ہے۔ یہ چھپ کر امن کے عمل پر گولی چلائی گئی ہے۔ علاقے میں امن کا قتل ہے۔ یہ جنگ ہماری نہیں تھی۔ نیویارک ٹاور پر حملہ ہوا، اس کے بدلے میں افغانستان پر حملہ کردیا گیا.......... انہوں نے کہا کہ منصب سنبھالنے کے چند ہفتے بعد امریکیوں سے رابطہ ہوا۔ اس حوالے سے امریکی سفیر نے ملاقات کے لیے وقت مانگا تو ان کو بتایا گیا کہ ہمارے ڈرون حملوں پر شدید تحفظات ہیں۔ ہمارا موقف پہنچادیں کہ امن کے لیے ڈرون حملے بند کرادیں، ورنہ حالات مزید خراب ہوں گے۔ امریکی سفیر کو بتایا کہ دل وجان سے طالبان کے لیے مذاکرات کرنا چاہ رہے ہیں، دوسرا کوئی بھی فیصلہ آپ کے کہنے پر نہیں کریں گے۔ ان پر واضح کیا کہ اگر آپ نے تحریک طالبان پاکستان پر کوئی بھی حملہ کیا تو آپ کی رہی سہی ساکھ بھی ختم ہوجائے گی۔ آپ کے ذمہ بات آئے گی کہ آپ امن نہیں چاہتے ہیں.......... قوم کے مستقبل کا یہ مشکل ترین مرحلہ ہے۔ کئی دشمن ہیں، کئی دوست نما دشمن ہیں۔ مذاکرات کے لیے ماحول بنتا ہے تو پاک فوج کے اعلیٰ افسران اور نوجوانوں کو شہید کردیا جاتا ہے، چرچ پر حملہ ہوجاتا ہے اور دوسری جانب سے ذمہ داری قبول کرلی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل کیانی نے انہیں بتایا کہ انہوں نے معمول کی حرکت بھی روک دی ہے، تاکہ امن کی کوششوں کو خطرہ نہ ہو۔ افواج پاکستان اس حد تک امن کے لیے خواہاں ہیں، تاکہ امن کی کوششوں کو زک نہ پہنچے، لیکن اب جب پھر امن کے لیے حالات بہتر ہوئے تو ڈرون حملہ کردیا گیا.......... طالبان کے بھی بے گناہ لوگ مررہے ہیں۔ مدرسوں میں بزرگ مررہے ہیں۔ خواتین مررہی ہیں۔ جن لوگوں کی وجہ سے جنگ شروع کی وہاں امن ہے۔ امریکا میں امن ہے، ہم نے کون سا قصور کیا ہے کہ ہم امن کی کوششیں کریں اور آپ حملے کریں۔ بطور مسلمان جو میں جانتا ہوں امن کی راہ تلاش کرنا افضل ترین کام ہے۔ یہاں بھی لوگ بہت شہید ہوئے، مساجد میں حملوں میں شہادتیں ہوئیں، فوج کے افسران وجوان مارے گئے، لیکن امن کی خاطر صبر سے کام لیا گیا۔ اسلام ظلم کی اجازت نہیں دیتا۔ پاکستان کی سیاسی قیادت اور عوام نے دُکھ اٹھائے۔ افواج نے درگزر سے کام لیا، عوام نے، ماؤں نے امن کے لیے درگزر سے کام لیا۔ پاکستان نے برداشت کیا، پوری قوم نے برداشت کیا۔'' (۲۸؍ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ، ۳؍نومبر ۲۰۱۳ء، بروز اتوار، روزنامہ جنگ کراچی)

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کی انتھک محنت اور جہد مسلسل کے نتیجے میں اے پی سی بلائی گئی اور پاکستان کی تمام سیاسی، مذہبی اور دینی جماعتوں کے علاوہ آزاد قبائل کے معززین نے متفقہ طور پر کہا کہ حکومت پاکستان اور تحریک طالبان کے درمیان امن کی خاطر مذاکرات ہوں اور مذاکرات کے لیے کوششیں ہوہی رہی تھیں کہ امریکہ نے یہ ڈرون حملہ کردیا۔ پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کے غم وغصے کے علاوہ علمائے کرام نے بھی اس امریکی دہشت گردی اور ظلم وبربریت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے کہا کہ حکومت نیٹو سپلائی بند کرے، امریکی ڈرون مار گرائے۔ امریکہ پاکستان میں خانہ جنگی چاہتا ہے، حکومت قومی حمیت کے لیے دلیرانہ اقدامات کرے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

”کراچی (اسٹاف رپورٹر) صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا سلیم اللہ خان، مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مفتی محمد تقی عثمانی، ڈاکٹر شیر علی شاہ، قاری حنیف جالندھری اور دیگر اکابر علمائے دیوبند نے ایک بیان میں کہا کہ امریکا کی طرف سے پاکستان کی خودمختاری کو پامال کرتے ہوئے ڈرون حملوں کی جو دہشت گردی سالہا سال سے جاری ہے، جس میں ہزاروں مردوں، عورتوں اور بچوں کو دہشت و بربریت کا نشانہ بنایا گیا ہے، اس کی مذمت تو روز اول سے جاری ہے، لیکن تازہ ترین ڈرون حملہ پاکستان اور اس کے عوام کے خلاف دشمنی کا بدترین مظہر ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ حکومت اور تحریک طالبان کے درمیان امن کے مذاکرات شروع ہونے جارہے تھے اور اس راہ کے بہت سے مرحلے طے کر لیے گئے تھے اور خاص طور سے وزیر داخلہ چوہدری نثار صاحب نے اس مقصد کے لیے جس ثابت قدمی سے کوششیں کیں، وہ قابل تعریف ہیں۔ اس موقع پر جبکہ قوم کو سالہا سال کی خانہ جنگی سے نجات کی توقعات قائم ہورہی تھیں، تحریک طالبان کے لیڈر کو نشانہ بنا کر ڈرون حملہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امریکا ہر قیمت پر پاکستان میں بدامنی اور خانہ جنگی کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اپنے ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ اب قومی حمیت کے تحت دلیرانہ اقدامات کیے جائیں۔ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اس شرانگیز اقدام کی زبانی مذمت اور اس پر رسمی احتجاج پر اکتفا نہ کرے، بلکہ اس کا عملی جواب دیتے ہوئے نیٹو سپلائی بند کرے اور افغانستان میں امریکی جنگ میں امریکا کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کلی طور پر ختم کر کے غیرت مندی کا ثبوت دے اور آئندہ پاکستانی حدود میں کوئی ڈرون داخل ہو تو اُسے گرادیا جائے۔ اس قسم کے فیصلوں کے لیے قوم اپنے تمام باہمی اختلافات بھلا کر ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جائے۔“

(۲۸ ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ، ۳ نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار، روزنامہ جنگ کراچی)

سوویت یونین کا سرخ ریچھ جب جوبن اور عروج پر تھا، اس وقت اس کا راستہ روکنے کے لیے نیٹو افواج وجود میں آئیں تھیں۔ جہاد افغانستان اور مجاہدین کی کامیاب گوریلا کارروائیوں کی برکت سے سوویت یونین ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور اس کا نشہ خاک میں مل گیا۔ اس کے بعد نیٹو افواج میں شامل ممالک کا اجلاس ہوا اور ایجنڈا یہ تھا کہ جس مقصد کے تحت نیٹو بنا تھا، وہ مقصد حل ہوگیا، اب اس پلیٹ فارم کی ضرورت نہیں رہی، لہٰذا اس کو ختم کیا جائے۔ اس وقت امریکہ نے کہا کہ نہیں، سوویت یونین اگرچہ ٹوٹ چکا ہے، لیکن یہودیت اور عیسائیت کا مقابل اسلام موجود ہے، لہٰذا اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اس پلیٹ فارم کو باقی رکھا جائے۔ اجلاس میں شامل سب ارکان نے اس کی تائید کی۔ اس لیے مدبر اور دانشور حضرات کہتے ہیں کہ نائن الیون کا واقعہ تو بہت بعد میں ہوا، اسلام کو مٹانے اور اس کے مقابلہ کی تیاری کے ناپاک عزائم تو پہلے سے تھے، اس لیے نائن الیون کا ڈرامہ بھی امریکہ کا خود ساختہ ہے، جس کے نتیجہ میں اسلام، اسلامی اقدار اور مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی یہ جنگ عراق اور افغانستان کی تباہی اور بربادی کے بعد پاکستان میں دھکیل دی گئی، اس لیے پاکستانی عوام کو چاہیے کہ آپس کے تمام اختلافات کو بھلا کر اور انہیں پس پشت ڈال کر اسلام اور پاکستان کے دفاع کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور حکومت کا بھی فرض بنتا ہے کہ پاکستان میں رہنے والے تمام طبقات کا اعتماد اور تعاون حاصل کرے۔ اپنے دوست اور دشمن میں پہچان پیدا کرے، دشمن کی چالوں کو سمجھے اور خودداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے علماء کرام کی ان تجاویز پر عمل کر کے اپنے ہی روٹھے ہوئے ان طالبان بھائیوں کے زخموں پر مرہم رکھے، ان کے جائز مطالبات تسلیم کرے اور اپنے آپ کو فی الفور غیروں کی جنگ سے باہر نکالے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اسلام: مظلوم انسانیت کی پناہ گاہ!

مولانا عبداللہ عباس ندویؒ

عصر حاضر آدم زاد کو ایک جانور کی سطح پر لاچکا ہے، اس کو انسانیت نہیں، انسان کا ڈھانچہ مطلوب ہے، وہ جاندار مخلوق کا ایک جرثومہ لے کر اس کی کاپیاں بنانے پر مصر ہے، اگر وہ کامیاب ہوگیا تو ایک انسان کی دس فوٹو کاپیاں تیار ہوجائیں گی اور ہر فرد کی جگہ پر ایک سایہ نما انسان بغیر جذبات یا علم کے اور بغیر احساسات کے زمین پر چوپائیوں کی طرح رہ سکے گا، لیکن یہ علمی اور سائنسی ایجادیں ایک انسان نہیں بنا سکیں گی، جس کے اندر دوسروں کا غم ہو، جو اپنے پرائے کے لئے کام آسکتا ہو، جو آسمان و زمین کی پیدائش اور سورج کی گردش، رات اور دن کے بدلنے پر غور کرکے یہ کہہ سکے کہ:

"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا"

(آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ: "اے میرے رب! تو نے یہ سب بلاوجہ نہیں پیدا کیا ہے۔"

اور وہ انسان جس کو بتایا جاسکے:

"أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ." (المومنون:۱۱۵)

ترجمہ: "ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کردیا ہے اور یہ خیال کیا تھا کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔"

لیکن تمدن کا تیار کردہ انسان اور اس کا کلون چوپائے کی طرح جذبات سے عاری، احساسات سے محروم، عقل وفکر سے بے بہرہ، ماضی و مستقبل سے بیگانہ، آل واولاد، بھائی، بہن، والدین اور پڑوس کے حقوق سے ناواقف چوپایہ ہے، جس کو اپنی شکم پروری اور شہوت رانی کے علاوہ دنیا کی کسی شے سے مطلب نہیں ہے، اپنے نہ پُر ہونے والے پیٹ اور اپنی غیر محدود ہوس کے لئے وہ اپنے جیسے انسانوں کا خون بہا سکتا ہے، اس کی عزت کو اپنے پاؤں تلے روند سکتا ہے اور ایک ایک شخص اپنی ذاتی آسائش کے لئے ہزاروں کھوپڑیوں پر کرسی بچھا کر بیٹھ سکتا ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو اس حیوانی سرشت اور خود غرضی کے گھناؤنے گڑھے سے نکالا تھا، انسانیت دم توڑ رہی تھی، اخلاقی قدریں پامال ہورہی تھیں، مروت اور شرافت کی پیشانی پر موت کا ٹھنڈا پسینہ آچکا تھا:

"وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ."

(آل عمران:۱۰۳)

ترجمہ: "اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو، جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی، سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، سو اس سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کرکے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ پر رہو۔"

عام طور پر یہ ماضی کا قصہ سمجھا جاتا ہے کہ اہل عرب آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، ان کے دل پھٹے تھے اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا، اگر وہ اسی طرح رہتے تو آپس میں لڑکر سب تباہ ہوجاتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ تمام لوگ آگ کے گڑھے میں یعنی جہنم میں جلائے جاتے، لیکن اس کا یہ بھی مفہوم ہے کہ پوری انسانی آبادی کا یہی حال تھا اور انسانی قدروں کے فنا ہونے کا نام انسان کا فنا ہونا ہے لفظ "کُنْتُم" سے یہ معنی سمجھنا کہ یہ صیغہ ماضی ہے محاورے کے لحاظ سے درست نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا ہے "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ تم بہترین امت تھے، بلکہ قرآن کریم کی عبارت کا سیاق بتلاتا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم بہترین امت ہو، اسی طرح فتنہ وفساد سے پُر دنیا آج بھی تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اور اس کو بچانے کے لئے صرف پیغمبرانہ تعلیم جس کا خلاصہ اور آخری نسخہ قرآن کریم ہے اور ان احکام کو عملی شکل میں پیش کرنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، جس کے اندر آج بھی وہ کشش اور من موہنی ہے کہ وہ آج بھی انسانیت کی تقدیر بدل سکتی ہے اور وہ بھٹکا ہوا انسان جو اپنی سیدھی راہ سے بہت دور بھٹک گیا ہے، "ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا" کا مصداق

ہے، وہ پھر اس راستے پر واپس آ سکتا ہے جس پر چلنے والا کبھی بھٹکا نہیں، کبھی بے راہ نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ اس پر انعام رہا اور رہے گا۔ سیرت نبوی انسانیت کے لئے باد بہاری ہے جو آج بھی چل رہی ہے اور ہمیشہ چلتی رہے گی، اس کے سایہ میں آنے والے خوش قسمت انسان نہ صرف اپنے بلکہ پوری انسانی برادری کے لئے باعث رحمت ہوں گے۔

انسان کا احترام مسلمانوں میں کس درجہ ہے؟

اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اس حقیقت کو دیکھئے جو خیالی واقعہ یا پُرانے زمانہ کی داستان نہیں ہے بلکہ آپ کے روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اسلام میں چھوت چھات نہیں ہے، کسی غیر مسلم کے ساتھ کھانے سے آپ کا کوئی برتن ناپاک نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اگر آپ نے وضو کا پانی رکھا، اس میں منہ لگا کر بھی کوئی غیر مسلم پی لے تو ناپاک نہ ہوگا اور ایسا بھی نہیں کہ پاک اور ناپاک کی اسلام میں تفریق نہیں، اگر کتا منہ ڈال کر کوئی برتن جھوٹا کردے تو اس کو سات مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر دھویا جائے گا، مگر کوئی انسان خواہ اس کا کوئی پیشہ ہو، اگر اس کے ہاتھ اور جسم میں غلاظت نہیں لگی ہے، صاف ستھرا ہے تو اس کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں ہے، کیونکہ انسان بحیثیت انسان ناپاک نہیں ہے، یہی نہیں بلکہ آج بھی اگر کوئی ایمان لے آئے تو آج ہی سے ہماری ایمانی برادری کا فرد بن جاتا ہے، اگر پڑھ لکھ لے، قرآنی آیات اور نماز کی تسبیحات سیکھ لے تو ہماری امامت بھی کرسکتا ہے، ہمارا عالم و مقتدیٰ ہوسکتا ہے، ایسا بزرگ ہوسکتا ہے جس کے لوگ ہاتھ چومیں اور اس کی جوتیاں سیدھی کرنے کو عزت سمجھیں اور ایک دو نہیں، سینکڑوں مثالیں ایسے علماء و مشائخ کی ہیں اور دور کیوں جایئے قرآن کے بعد سب سے معتبر بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، آپ کے اقوال، اعمال اور منظور کردہ باتوں کا سب سے بڑا مجموعہ صحیح بخاری ہے۔ جس کو ’’اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ‘‘ کہا جائے، یعنی اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب، اس کا جمع کرنے والا کون تھا؟ عرب سے صدہا میل دور بخارا اور ترکستان کا ایک شخص، بودھ مذہب ماننے والوں کی اولاد، اسلام لانے کے بعد سارے عرب مسلمانوں کا امام اور امیر المومنین فی الحدیث ہوگیا۔

اسلام دنیا کا وہ پہلا دین ہے جس کی یہ تعلیم ہے کہ لوگوں سے اچھی بات کہنا اور اچھائی سے پیش آنا انسانیت کا تقاضا ہے، جس میں کسی دین و مذہب کی تخصیص نہیں ہے، دین و مذہب اور نسل و قومیت کا اختلاف کسی کو منصفانہ برتاؤ سے نہ روکے۔

’’وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔‘‘

(المائدہ:۸)

ترجمہ: ’’اور کسی قوم کی عداوت اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف نہ کرو، عدل و انصاف (ہر حال میں) کرو، یہ بات تقویٰ کے قریب ہے۔‘‘

یہی سبب ہے کہ دنیا کے تمام ادیان و مذاہب کے درمیان اگر کسی دین کو انسانیت کا دین کہہ سکتے ہیں، فطرت انسانی کا ترجمان کہہ سکتے ہیں تو وہ صرف اسلام ہے، آپ دنیا کے کسی اسٹیج سے، کسی پلیٹ فارم سے، کسی بین الاقوامی منبر سے ساری دنیا کو چیلنج کرسکتے ہیں کہ کوئی ایسا مذہب، کوئی ایسا اسوہ اور طریقہ اور کوئی اصول زندگی بتادیا جائے، جس میں اسلام کی جیسی عالمگیریت ہو اور انسانیت کے قد و قامت پر فٹ آتی ہو ایسا مذہب جس کو ہر وہ انسان اپناسکے جس کو کسی ماں نے جنم دیا ہو اور ہوا سے سانس لیتا ہو اور سورج کی کرنوں سے روشنی حاصل کرتا ہو، خواہ افریقہ کے کسی جنگل کا فرد، تہذیب و تمدن سے دور، علوم و فنون سے بیگانہ اور ساری دنیا سے کٹا ہوا یا کسی پہاڑ کے کھوہ میں اپنی زندگی کے دن پورے کررہا ہو، اس کے جسم پر اگر کوئی قبا راس آسکتی ہے تو وہی قبا ہے، جس کو فطرت نے اپنے ہاتھوں تراشا ہے اور دست نبوت نے اس کو پہنایا ہے اور یہ دعویٰ بے دلیل نہیں ہے اور نہ جذبات و عقیدت کا نتیجہ ہے کہ ہم سرکار دو عالم، محسن انسانیت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا معلم انسانیت سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان پیدا کیا، ’’الرحمٰن علم القرآن، خلق الانسان علمہ البیان‘‘ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اروا حنا فداہ نے انسانیت سکھائی، جس طرح اللہ تعالیٰ نے رات بنائی اور اس کی دی ہوئی عقل انسانی نے چراغ پیدا کئے، اللہ تعالیٰ نے کہسار اور ریگستان پیدا کئے اور اس کی مخلوق نے اپنے مالک کی بخشی ہوئی عقل سے باغات اور گلستان چمن اور گلشن بنائے، بعینہ اسی طرح خالق انسان نے اپنے نبی امی ﷺ کے ذریعہ دنیا کو انسانیت کا اسوہ دیا، جہاں نہ رنگ و نسل کا دخل ہے اور نہ زبان و ثقافت کا اثر ہے، اور نہ جغرافیائی حدود حائل ہیں اور جہاں انسانی نسل کی تقدیس ہے جس کا یہ اعلان ہے:

’’اے انسانو! تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، اہل عرب کو غیر اہل عرب پر اور غیر اہل عرب کو عربوں پر بحیثیت انسان ہونے کے کوئی فضیلت نہیں، تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔‘‘

یہی وجہ ہے کہ روم کے حضرت صہیبؓ، حبش کے حضرت بلالؓ، فارس کے حضرت سلمانؓ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ اور محبوب افراد امت میں تھے، جب کہ ابولہب اور ابوجہل آپؐ کے قریبی رشتہ دار، ایک ہی خاندان اور قبیلہ کے افراد قبیلہ مضر جو حضورؐ کا قبیلہ ہے، اس کے سرداروں میں جس کا

آغا شورش کاشمیریؒ کے ردِ قادیانیت کے متعلق متفرق اشعار بھی خوب ہیں، آپ مختلف نظموں میں قادیانیت کے تار پود بکھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

کیا دور ہے کہ ختم نبوت کے راہ زن — بیٹھے ہیں چھپ چھپا کے سیاسی نقاب میں
ربوے مٹے گا قہر الٰہی سے بالضرور — تاخیر ہوگئی ہے خدا کے عذاب میں

(کلیات، ص:۱۵۹۴)

شارتھا، وہ اسلام کے بدترین دشمن قرار پائے، اس سے معلوم ہوا کہ نسل اور خاندان کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں ہے، حضرت بلالؓ اپنی سیاہ ترین رنگت، موٹے ہونٹ، غلامی میں زندگی بسر کئے ہوئے، اس اہمیت کے حامل سمجھے گئے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سیدنا کہہ کر خطاب کرتے تھے، روایتوں میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا، کیونکہ وہ جس وقت "اشہد ان محمدا رسول اللہ" کہا کرتے تھے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے تھے، اب وہ ذات گرامی جب دنیا سے روپوش ہوگئی تو پھر آپؓ سے برداشت نہیں ہوتا تھا کہ اذان کے الفاظ میں "اشہد ان محمدا رسول اللہ" کہہ کر کس کو مخاطب کریں گے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان کی پیشانی چوما کرتے تھے نامناسب نہ ہوگا، اس موقع پر علامہ شبلیؒ کا یہ قطعہ سنادوں جس میں شاعری نہیں، ایک واقعہ کا نظم کیا ہے:

بارگاہ نبوی میں جو موذن تھے بلالؓ
کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ مدینہ میں کہیں عقد کریں جا کے
جا کے انصار و مہاجر سے کہا بے خوف و خطر
میں غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں
اور سن لو کہ نہیں پاس میرے دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر
گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر

اس کے مقابلہ میں ایک حبشی کی مثال بھی لیجئے، جو دو پشت سے کرسچن ہے اور کرسچن پیدا ہوا، اور کرسچن ماحول میں پرورش پاتا ہے اور عیسائیت کے خلاف اس نے کسی دین کا نام بھی نہیں سنا، جو اس کی عقیدت و جذبات محبت کا مرکز بھی رہی ہے، جو حضرت سیدنا مسیحؑ کے نام ونہاد ماننے والوں کا دین ہے، مگر کیا وہ جرأت کرسکتا ہے کہ اس چرچ میں جاکر عبادت کرے جہاں صرف گورے جاسکتے ہیں، یہ تو دور کی بات ہے کہ اس کو یورپ کا کوئی مسیحی خاندان اپنا فرزند بنالے، اسی طرح یہودیت کو لیجئے، ایک خاص نسل کے علاوہ کوئی سچا یہودی نہیں ہوسکتا اور نہ یہودی سوسائٹی میں اس کا کوئی وزن ہوسکتا ہے، جس سرزمین پر آپ موجود ہیں، یہاں کے مذاہب میں کوئی شخص اچھوت خاندان میں پیدا ہوا ہو، وہ کسی برہمن خاندان میں اپنا مقام نہیں حاصل کرسکتا، اسی طرح مشرق بعید میں پھیلے ہوئے مذاہب شنتو، بودھ مت ہر ایک کا جائزہ لیجئے اور دیکھئے کہ بحیثیت انسان کے کسی انسان کو وہ اہمیت دیتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ مشرق و مغرب، شمال وجنوب کے تمام مذاہب وادیان اخلاقی اور انسانی بنیادوں پر قائم کی ہوئی تحریکوں اور ازم کو دیکھ ڈالئے، اس کے بعد ایک نو عمر بچے سے آپ پوچھیں گے تو وہ چیلنج کرسکتا ہے کہ ہم دن کی روشنی میں اور تمدن کی اس دوپہر میں اور عالمی تہذیب کے بڑے بڑے مرکز اور اونچے سے اونچے منبر پر کھڑے ہوکر دریافت کرسکتے ہیں کہ کیا انسان کو پیغمبر انسانیت سے پہلے یا ان کے بعد کسی نے یہ اہمیت دی ہے؟ اور بحیثیت انسان کسی عزت واحترام کا مستحق سمجھا ہے؟ وہ احترام جو سرکار دو عالم ارواحنا فداہ اور ان کے تابعداروں اور خادموں نے اپنے قول وعمل سے دیا ہے، میں اس سے پوچھتا ہوں کہ جو برطانیہ اور امریکا میں جاکر آباد ہوگئے ہیں، وہاں کی تہذیب کے دلدادہ ہیں، وہاں کے اخلاق کے گن گاتے ہیں اور جب جذبات میں آتے ہیں تو امریکیوں سے زیادہ امریکی اور انگریزوں سے زیادہ انگریز معلوم ہوتے ہیں، کیا وہ برطانیہ اور امریکا میں کمانڈر، جنرل کا عہدہ حاصل کرسکتے ہیں؟

مساوات، انسان دوستی، اور حق شناسی کے الفاظ لغت میں ضرور پائے گئے ہیں، لیکن اس کی عملی تجسیم اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر صرف اسلام نے دنیا کو دکھائی اور وہ دولت آج بھی اسی کے دامن رحمت میں مل سکتی ہے۔

ہم آپ خوش قسمت ہیں کہ باوجود اپنی کوتاہیوں اور نارسائیوں کے امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہونے کا شرف رکھتے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ آج ہم ہر جگہ پسماندہ ہیں، سایہ نبوت سے الگ ہوکر اور اسوۂ گرامی کو چھوڑ کر دنیا کی ناکام اور نامراد قوم ہر جگہ اغیار کے دریوزہ گر ہیں، لیکن اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ شوریدہ بخت انسانیت کو، بھولے بھٹکے روندے ہوئے حقوق سے محروم انسان کو اگر کوئی پناہ دے سکتا ہے، اس کی عزت کرسکتا ہے، اسی کے حقوق کی حفاظت کرسکتا ہے تو وہ صرف اسلام کا نظام اور اسوۂ نبوی کی شان ہے۔

☆☆..........☆☆

مغفرت کے اسباب!

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری

"حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: اے آدم کے بیٹے! بے شک جب تک تم مجھے پکارتے رہوگے اور مجھ سے امید رکھوگے میں تمہیں معاف کرتا رہوں گا، خواہ تمہارے اندر جو بھی اور جتنا بھی (شرک کے علاوہ) گناہ ہو اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا، اے آدم کے بیٹے! اگر تمہارے گناہ آسمان کے کنارے تک پہنچ جائیں، پھر تم مجھ سے معافی مانگو تو میں معاف کردوں گا اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا، اے آدم کے بیٹے! بے شک اگر تم زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آؤ، پھر تم مجھ سے اس حال میں ملو کہ تم نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا ہے تو میں زمین بھر بخشش اور مغفرت لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔"

اس حدیث قدسی میں مغفرت کے تین اسباب بیان فرمائے گئے ہیں: (۱) امید کے ساتھ دعاء، (۲) استغفار، (۳) عدم شرک یعنی توحید۔

مغفرت کا پہلا سبب دعاء:

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام انسانوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں: جب تک تم مجھ سے دعا کرتے رہوگے اور مجھ سے امید لگائے رہوگے میں تمہاری بخشش اور مغفرت کرتا رہوں گا، خواہ تمہارے اندر شرک کے علاوہ کتنا ہی بڑا اور کتنا ہی زیادہ گناہ کیوں نہ ہو، مجھے اس کی پرواہ نہیں، اس لئے کہ میری مغفرت اور میری رحمت تمہارے گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے۔

مغفرت کے اسباب میں سے ایک سبب امید کے ساتھ دعا کرنا ہے، ایک حدیث میں ہے: "الدعاء هو العبادة" (ترمذی،۵/۲۱۱)... دعا ہی عبادت ہے، اس لئے کہ دعا کے اندر بندہ اپنی عاجزی، انکساری، پستی اور محتاجگی کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ رب العزت کی عظمت و کبریائی کا اظہار کرتا ہے اور یہی عبادت کی اصل ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم کے اندر بھی دعا کا حکم فرمایا ہے اور قبولیت کا وعدہ بھی فرمایا ہے، ارشاد ہے: "ادعونی استجب لکم" (غافر:۶۰)... تم لوگ مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا....

لیکن دعا کی قبولیت کے لئے چند شرائط اور آداب بھی ہیں، جن کو پورا کرنا ضروری ہے، اسی طرح بعض چیزیں قبولیت سے مانع بھی ہوتی ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔

دعا کی قبولیت کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ حضور قلب کے ساتھ دل لگا کر جی جان سے دعا مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید بلکہ یقین رکھا جائے اور بے توجہی اور لاپرواہی سے اجتناب کیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے: "ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة واعلموا ان الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل لاه" (ترمذی ۲/۱۸۶)... تم لوگ قبولیت کے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور بے پرواہ دل کی دعا قبول نہیں فرماتے...

بہر حال دعا مکمل اعتماد و یقین اور پوری امید کے ساتھ مانگی جائے، تردد کے ساتھ دعا نہ کی جائے، مثلاً: اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو مجھے معاف فرمادیں، اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو مجھے فلاں چیز عطا فرمادیں وغیرہ۔ حدیث شریف میں اس طرح تردد کے ساتھ دعا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يقولن أحدكم: اللهم اغفرلي إن شئت، اللهم ارحمني إن شئت، ليعزم في الدعاء فإن الله صانع ماشاء لامكره له" (مسلم:۴/۲۰۶۳)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس طرح دعا نہ کرے کہ اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو میری مغفرت فرمادیں۔ اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو مجھ پر رحم فرمادیں۔ بلکہ جزم اور یقین کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے، اس لئے کہ اللہ جو چاہے گا وہی کرے گا، اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔"

اور بعض چیزیں دعا کی قبولیت سے مانع ہوتی ہیں، ان میں سے ایک اہم چیز دعا کرنے والے کی غذا، خوراک اور لباس و پوشاک کا حرام ہونا ہے۔ مسلم شریف میں ایک لمبی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا گیا ہے کہ آدمی لمبا سفر کررہا ہے، پراگندہ حال اور گرد آلود ہے، وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر یارب! یارب! کہتا ہے، حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، اسے حرام کی غذا دی گئی ہے تو کہاں اس کی دعا قبول ہوگی؟ (مسلم:۱/۷۰۳)

اسی طرح دعا کی قبولیت سے جو چیزیں مانع ہوتی ہیں، ان میں استعجال (بندے کا دعا کی قبولیت میں جلد بازی کرنا) ہے کہ دعا کی قبولیت میں کچھ دیر

ق ہے تو مایوس ہو کر دعا ہی چھوڑ دے۔ حدیث
یف میں ہے کہ:

’’بندے کی دعا برابر قبول ہوتی رہتی ہے
جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے،
جب تک کہ وہ جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا گیا
کہ: اے اللہ کے رسول! جلد بازی اور عجلت
پسندی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ بندہ کہتا ہے کہ میں
نے بار بار دعا کی ہے پھر بھی میں نہیں دیکھتا کہ
میری دعا قبول ہو رہی ہے تو اس وقت وہ دعا سے
رک جاتا ہے اور دعا کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔‘‘

(مسلم:۲/۳۵۲)

اس سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت میں اگر دیر
ے تو مایوس ہو کر دعا چھوڑ نہیں دینی چاہئے بلکہ اللہ
لیٰ سے قبولیت کی امید لگائے رکھے اور برابر دعا کرتا
ہے اور ساتھ ہی اس پر بھی غور کرتا رہے کہ دعا کی
لیت کی جو شرائط ہیں وہ بھی پوری ہو رہی ہیں یا
یں؟ نیز دعا کی قبولیت کا مفہوم بھی ذہن میں رہنا
ہئے کہ دعا کے قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ
ب اپنی دنیا کی کسی ضرورت کے لئے دعا کرتا ہے تو
ھی بعینہٖ وہی چیز مل جاتی ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اس
ے بدلہ میں اس سے بہتر چیز عطا فرما دیتے ہیں اور کبھی
ں دعا کی برکت سے اس کی کوئی مصیبت ٹال دیتے
ں یا پریشانی دور فرما دیتے ہیں یا اس دعا کا آخرت
ے لئے ذخیرہ فرما دیتے ہیں، آخرت میں اس کا اجر و
اب ملتا ہے یا اس دعا کے بدلہ بندہ کا کوئی گناہ
اف فرما دیتے ہیں۔ (مسند احمد:۳/۱۸، المعجم الاوسط:۲/۷۰۱)

دعا کی قبولیت کا جب یہ مفہوم ہے تو کسی دعا کی
لیت میں تاخیر پر ناامید اور مایوس نہیں ہونا چاہئے
۔ قبولیت کی امید کے ساتھ خوب لگ لپٹ کر اور الحاح
اری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہنا چاہئے۔

بندہ جن چیزوں کا اپنے رب سے سوال کرتا
ہے ان میں سب سے اہم اپنے گناہوں کی مغفرت کا
سوال ہے یا ایسی چیز کا سوال جو مغفرت کو مستلزم ہو، مثلاً
جہنم سے نجات اور جنت میں داخلے کا سوال کرے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اس امت پر کس قدر مہربان ہیں کہ اس امت کو یہ
بھی بتلا دیا اور سکھلا دیا کہ کیا مانگا جائے اور کیسے مانگا
جائے۔ قرآن و حدیث میں جا بجا دعائیں مذکور ہیں،
بلکہ کتب حدیث میں تو مستقل کتاب ’’الدعوات‘‘ کو
ذکر کیا جاتا ہے اور بہت سے علماء نے ادعیہ و اذکار کے
موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں ہیں۔ اردو زبان میں
بھی متعدد رسالے اس موضوع پر موجود ہیں، جنہیں
حاصل کر کے اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہئے، ہم
یہاں پر دو انتہائی جامع دعا نقل کر رہے ہیں:

۱:... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ جو دعا مانگا
کرتے تھے وہ یہ ہے:

’’اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ
وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔‘‘

(بخاری:۲/۹۴۴، ۹۴۵، مسلم:۲/۳۴۳)

۲:... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
ایک صحابی آئے، عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں
اپنے رب سے جب سوال کروں تو کس طرح کہوں؟ تو
آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: ’’اللھم اغفرلی
وارحمنی وعافنی وارزقنی‘‘ پھر آپ ﷺ نے اپنی
چار انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا: ان کلمات نے تمہاری
دنیا اور آخرت سب کو سمیٹ لیا ہے۔ (مسلم:۲/۳۴۵)

یعنی یہ دعا تو مختصر ہے مگر اتنی جامع ہے کہ بندہ
کو دنیا و آخرت کی تمام ضروریات اس میں سما گئی ہیں،
اس لئے اس کو خوب پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

بہر حال دعا مغفرت کے اسباب میں سے
ایک عظیم سبب ہے، چنانچہ جب بندہ سے گناہ ہو جاتا
ہے اور وہ اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اس کا ایک رب
ہے جو اس کے گناہوں پر اس کو سزا بھی دے سکتا ہے
اور صرف وہی اس کے گناہ معاف بھی کر سکتا ہے، پھر
وہ اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید کے ساتھ خوب الحاح و
زاری اور اصرار سے مغفرت کی دعا بھی کرتا ہے تو اس
کا یہ عمل مغفرت کا سبب بن جاتا ہے، خواہ اس کے گناہ
کتنے ہی زیادہ اور عظیم کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ اللہ
تعالیٰ کی معافی اور مغفرت اس کے مقابلہ میں بہت
زیادہ بہت زیادہ عظیم ہے۔ عرب کے مشہور شاعر ابو
نواس نے کیا خوب کہا ہے:

یا رب إن عظمت ذنوبی کثرۃ
فلقد علمت بان عفوک أعظم
ادعوک ربی کما أمرت تضرعاً
فإذا رددت یدی فمن ذا یرحم
إن کان لا یرجوک إلا محسن
فمن الذی یرجو ویدعو المجرم
مالی إلیک وسیلۃ إلا الرجا
وجمیل عفوک ثم إنی مسلم

ترجمہ: اے میرے رب! اگر میرے گناہ کثرت
کی وجہ سے عظیم ہیں تو مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ
کی معافی اور درگزر اس سے بھی زیادہ عظیم ہے
اے میرے رب! میں آپ کو انکساری کے
ساتھ اور گڑگڑا کر پکار رہا ہوں، جیسا کہ آپ نے حکم
دیا ہے تو جب آپ میرے ہاتھ کو لٹا دیں گے تو کون
ہے جو رحم کرے گا؟
اگر آپ سے صرف نیک شخص امید رکھے گا تو
مجرم شخص کس سے اپنی امید وابستہ کرے گا اور کس کو
پکارے گا؟
میرے لئے آپ کے پاس کوئی وسیلہ نہیں
ہے، سوائے امید اور آپ کے بہتر عفو و درگزر کے اور
پھر یہ کہ میں مسلمان ہوں۔ ☆☆

تحفظِ ختم نبوت کے حوالے سے

حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات!

بیان: حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

ضبط وترتیب: محمد ہشام معین، جامعہ مسجد الخلیل الاسلامی بہادر آباد کراچی

گرامی قدر حضرات علماء کرام، برادران اسلام! مجھے بارہا آپ حضرات کے جامعہ میں آنے کا اتفاق ہوا، آج بھی اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق کے ساتھ آپ دوستوں کے حکم کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔

پہلے اور آج کی آمد میں ایک نمایاں فرق:

میرے بھائیو! پہلے آنے میں اور آج کے آنے میں ایک نمایاں فرق ہے۔ پہلے جب میں آپ حضرات کے یہاں حاضر ہوتا تھا تو اس جامعہ کے بانی، ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی نور اللہ مرقدہ کی شفقتیں سر پر سایہ فگن ہوتی تھیں، آج ایسے ماحول میں آپ دوستوں کے یہاں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا کہ حضرتؒ ہم سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت کو سراپا خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ آپ نے ساری زندگی انتہائی انکساری کے ساتھ اپنے آپ کو مٹا کر دین اسلام کی سربلندی، ترویج اور اشاعت میں کوشاں گزاری۔

حضرتؒ خوب مزے لے لے کر خود سنایا کرتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں جس وقت ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت چلی، فرماتے تھے کہ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ اور حضرت مدنیؒ یہ دونوں بمع اپنے دوسرے رفقاء کے سبق کے بعد نکل کھڑے ہوتے تھے، ظہر کہیں پڑھی، عصر کہیں، مغرب کہیں، عشاء کہیں اور یوں انہوں نے پوری کراچی کی مختلف مساجد میں روز ۴، ۵ پانچ مقامات پر بیانات کے ذریعے تین مہینے میں تحریک کے دوران پورے کراچی کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے صف اول کے اندر لا کھڑا کر دیا تھا۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مدنیؒ کا کردار:

- ۱۹۷۴ء کی کامیابی کے بعد پھر دوسری تحریک چلی ۱۹۸۴ء کی تحریک میں یہ طے ہوا تھا کہ ہم ۲۶ اپریل کا جمعہ راولپنڈی کے اندر پڑھیں گے اور پھر وہاں سے ایک ریلی کی شکل میں پریذیڈنٹ ہاؤس کی طرف جائیں گے، سارے ملک کے مسلمانوں سے اپیل کی گئی کہ قافلوں کے ذریعہ آپ حضرات اس ریلی کے اندر شریک ہوں تو کراچی سے جو ریلی کے لئے وفد تیار ہوا وہ وفد حضرت مدنیؒ کی قیادت میں چلا تھا، آپ ٹرین کے ذریعہ وہاں تشریف لے گئے تھے۔

اب یہ بات بہت سارے دوستوں کو پتہ نہیں سمجھ بھی آتی ہے کہ نہیں کہ ہر کام کا ایک تو ظاہری پہلو ہوتا ہے اور دوسرا تکوینی پہلو ہوتا ہے۔ اس ختم نبوت کے محاذ کے اپنے زمانے میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ تکوینی طور پر انچارج تھے۔ میں باوضو ہوں، دیانت داری کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس دور میں جن حضرات کے متعلق یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ تکوینی طور پر اللہ رب العالمین نے انہیں اس کام اور کاز کے لئے منتخب کیا یا متوجہ کیا ان میں یقینی طور پر حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ بھی تھے۔ مجھے اس امر کی خوشی ہے کہ جب یہاں پر حاضری ہوتی تو حضرت اتنی محبتوں سے سرفراز فرماتے کہ آج بھی میں سوچتا ہوں تو ڈوب ڈوب جاتا ہوں اور بس اپنے گناہوں پر نظر پڑتی ہے تو دل کانپنے لگ جاتا ہے اور حضرتؒ جیسے بزرگوں کی شفقتوں کو دیکھتے ہیں تو ڈھارس بن جاتی ہے کہ انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ مغفرت فرما ہی دیں گے۔

حضرت اقدس مدنیؒ کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست اعلیٰ تھے:

آپ حضرات کا یہ ادارہ، دیانت داری کی بات ہے کہ اس ادارے کو ہم اپنا ادارہ سمجھتے ہیں، ہمارے حضرت مدنی قدس سرہ بیک وقت جس طرح آپ حضرات کے اس ادارے کے بانی تھے اور مدرسے کے مہتمم ہونے کے ناطے آپ کا وصال ہوا، بعینہٖ وہ کراچی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے۔ جس طرح اس مدرسہ کے مہتمم ہونے کے ناطے ان کا وصال ہوا، اسی طرح مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے سرپرست اعلیٰ ہونے کے ناطے بھی ان کا وصال ہوا۔

حضرت اقدس قدس سرہ کے جانے کے بعد جتنا آپ دوست خلا محسوس کرتے ہیں اتنی ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ (اس لئے) کہ آپ حضرات کا سارا کام اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ایک نظم کے تحت چل رہا ہے اور ہمارا کام سارے ملک کے اندر پھیلا ہوا ہے تو اسی حوالے سے حضرت اقدس قدس سرہ کے وصال کا شاید ہم زیادہ خلا محسوس کرتے ہیں۔

ایک واقعہ: اللہ والوں کی دعائیں راتوں کو ہمارا پہرہ دیتی ہیں:

ہمارے ایک بزرگ تھے، ان کا نام حضرت مولانا محمد انوری تھا، نام محمد تھا اور انوری ساتھ ملالیا کرتے تھے، ساتھ ملانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے، پہلے لدھیانہ میں ہوتے تھے، پاکستان بننے کے بعد وہ فیصل آباد تشریف لائے، جس زمانے میں ان کا لدھیانہ میں قیام ہوتا تھا، اسی زمانہ میں حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ بہاولپور میں جو قادیانیوں کے خلاف کیس تھا، اس میں بیان دینے کے لئے تشریف لائے تھے تو یہ حضرت مولانا محمد انوری بھی آپ کے ساتھ تھے، عجیب الطرفین تھے کہ شیخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ جیسے ملے اور استاذ انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ جیسے دیئے اور خود بھی بہت ہی سعادتوں کا مرکز تھے۔ ایک اور بزرگ ہمارے فیصل آباد کی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تھے، حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ، انہوں نے مولانا محمد انوری صاحبؒ کے وصال پر اتنا صدمہ محسوس کیا کہ ان کے آنسو نہیں تھمتے تھے، جوں ہی وصال کی خبر سنی رونا شروع کیا، جنازے اور تدفین کے وقت یہی صورت رہی، فارغ ہو کر جب واپس آئے تو جوں ہی ان کا تذکرہ ہوتا، رونے لگ جاتے تو ہمارے ایک اور بزرگ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ وہ مولانا تاج محمود صاحب کے بالکل ہم جولی تھے، انہوں نے کہا: تاج محمود! بس کرو، روروکے تم نے تو اپنی طبیعت کو ہلکان کرلیا یہ تو آنا جانا لگا ہے، یہ دنیا عارضی قیام گاہ ہے، اصل قیام تو آخرت کا ہے، ہم سب نے وہاں جمع ہونا ہے، کوئی آج کوئی کل، کوئی پہلے کوئی بعد میں۔ آپ مولانا انوری صاحب کے سانحہ وصال کا زیادہ اثر اپنی طبیعت پر نہ لیں، آپ دل کے مریض ہیں تو مولانا تاج محمود صاحب یہ سننے کے بعد اور بھی زیادہ رونے، ہچکی بندھ گئی، جب تھوڑی سی طبیعت سنبھلی تو مولانا محمد شریف صاحب کو کہا کہ مولانا شریف! ہر ایک نے جانا ہے، شواہداتی دنیا میں بھی ایک مسلمان ہونے کے ناطے عقیدہ یہ ہے کہ یہ عارضی زندگی ہے، اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے تو مولانا محمد صاحب کے وصال کا بھی مجھے صدمہ نہیں، مجھے صدمہ اس بات کا ہے کہ ہم تحریکی لوگ ہیں صبح شام دن رات دشمن کے مقابلے میں لگے ہوئے ہیں تو حضرت مولانا محمد انوری صاحب ان لوگوں میں سے تھے کہ جس وقت ہم رات کو سوتے تھے تو ان کی دعائیں ہمارا پہرہ دیا کرتی تھیں، میں تو اپنی ایسی محرومی نصیبی پر رو رہا ہوں کہ ان کے جانے کے بعد ہم ان کی دعاؤں سے محروم ہو گئے۔

بالکل یہی کیفیت اس وقت ہے کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی نوراللہ مرقدہ کا وجود انہی شخصیات میں سے تھا کہ جس وقت ہم مسکین لوگ رات کو سوتے تھے تو ان کی دعائیں ہمارا پہرہ دیا کرتی تھیں، آج بظاہر وہ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں جس طرح ان کی نیک تمناؤں، آرزوؤں اور دعاؤں کا تحفہ پہنچتا تھا، آپ حضرات سے بھی یہ امید ہے کہ آپ حضرات اس سلسلے کو منقطع نہیں ہونے دیں گے۔ اللہ رب العزت آپ کو توفیق عطا فرمائے، آج کی مجلس میں مجھے ایک بات تو یہ عرض کرنی تھی۔

حضرت مدنیؒ کا معمول:

حضرت اقدس قدس سرہ کا معمول یہ تھا کہ جب محمد مسکین کا کراچی میں آنا ہوتا، حضرت حکماً ارشاد فرماتے، میں آپ دوستوں کے یہاں حاضر ہوتا، چار باتیں مسئلہ ختم نبوت سے متعلق یہاں ہو جاتیں۔ آج حضرت اقدسؒ کے صاحبزادگان، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت کی بہت ہی سعادتوں سے سرفراز فرمائے، ان کے حکم کی تعمیل میں حاضر ہوا۔ اب ان کے حکم کی تعمیل میں بہت ہی اختصار کے ساتھ میں ایک دو باتیں عرض کرتا ہوں۔ دل میں، نے پہلے نیت کر رکھی تھی، اظہار اس کا آپ حضرات کے سامنے بھی کر دیتا ہوں کہ یہ بھی ایک نیکی کی تحریک ہے، اس کا بھی ثواب ہوگا، تو میں نے دل میں یہ نیت کی تھی کہ آج کی مجلس میں جو بیان کروں اللہ رب العزت اس کا ثواب، آپ کے اور میرے مل بیٹھنے کا ثواب حضرت اقدسؒ کی روح کو ایصال فرمائیں۔ آمین۔

ہر کام کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی:

دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں کہ جس کی ابتدا ہو اور انتہا نہ ہو، ہر وہ کام جو شروع کیا جائے گا ایک دن اختتام پذیر ہوگا۔ آیئے آج کی مجلس میں آپ اور میں اس امر پر غور کریں کہ کیا اللہ رب العزت نے کہیں سے نبوت کی ابتدا فرمائی؟ اگر اتنی بات ثابت

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
15
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi, Ph: 32514972-32531133

ہو جائے کہ اللہ رب العزت نے کہیں سے نبوت کی ابتداً فرمائی ہے تو پھر فطرت صحیح اور عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ کہیں کسی ذات پر اس کی انتہا بھی ہونی چاہئے۔

اس وقت دنیا میں تین آسمانی مذاہب چل رہے ہیں: یہودیت، مسیحیت اور اسلام، چل رہے کا معنی یہ ہے کہ ان کے پیروکار، ان مذاہب کی پیروی کرنے والے لوگ دنیا میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں، تو ان تینوں آسمانی مذاہب کے ماننے والے یعنی، یہودی، مسیحی اور برادران اسلام ان سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے۔

جب یہ بات متعین ہوگئی کہ اللہ رب العزت نے نبوت کی ابتداً حضرت آدم علیہ السلام سے کی تو پھر ایک ہی مسئلہ باقی رہ جاتا ہے، وہ یہ کہ آج کی مجلس میں آپ اور میں غور کریں کہ جس نبوت کی ابتداً اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے کی، آیا اللہ تعالیٰ نے کسی کی ذات پر اس کی انتہا بھی کی یا نہیں؟ میں دیکھتا ہوں کہ ان تینوں مذاہب میں تاریخ کے حوالے سے قدیم ترین مذہب یہودیت کا ہے، پھر باری آتی ہے مسیحیت کی اور اس کے بعد اسلام کی باری آتی ہے۔

تورات نے یہودیت کو آخری دین قرار نہیں دیا:

آپ سب حضرات اس بات کو جانتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو یہودی کہا جاتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دین کو یہودیت کہتے ہیں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دین کی جو بنیادی آسمانی کتاب ہے اس کا نام تورات ہے۔ تورات نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کہیں آخری نبی نہیں کہا۔ تورات نے اپنے آپ کو آخری آسمانی کتاب نہیں کہا۔ ہزارہا تبدیلیوں کے باوجود آج بھی تورات میں دو آیت ایسی موجود ہیں کہ اس کے اندر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا تذکرہ ہے، خود تورات نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی آئیں گے تو یہ اس بات کی دلیل ہوئی کہ تورات نے موسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی قرار نہیں دیا، آج بھی تورات میں جو عبارت موجود ہے وہ یہ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں اور انصار سے ارشاد فرمایا کہ:

”میرے بعد خدا تمہارے اندر وہ نبی برپا کرے گا، جس کے ساتھ دس ہزار قدوسیوں کی جماعت ہوگی۔“

تمام انصاف پسند شارحین تورات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہاں پر جو ”وہ نبی“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد ”محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی ذات اقدس ہے اور دس ہزار قدوسیوں سے مراد وہ دس ہزار صحابہ کرامؓ ہیں جو فتح مکہ کے دن سرکار کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

انجیل نے مسیحیت کو آخری مذہب قرار نہیں دیا:

اب باری آتی ہے مسیحیت کی، آپ حضرات جانتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جنہیں عیسیٰ بن مریم بھی کہا جاتا ہے، جنہیں کلمۃ اللہ یا روح اللہ بھی کہتے ہیں، جنہیں بائبل میں مسیح ناصری بھی کہا گیا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے، ان کے دین کو نصرانیت کہتے ہیں اور ان کی بنیادی آسمانی کتاب کا نام انجیل ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ انجیل نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی قرار نہیں دیا، انجیل نے نصرانیت کو آخری مذہب قرار نہیں دیا، انجیل نے نصاریٰ کو آخری امت قرار نہیں دیا، انجیل نے خود اپنے آپ کو آخری آسمانی کتاب نہیں کہا، میں دیکھتا ہوں کہ ہزار تبدیلیوں کے باوجود آج بھی انجیل میں ایک عبارت موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفع کے وقت جبکہ یہودیوں نے آپ کے حجرے کا محاصرہ کیا ہوا تھا، رفع سے چند لمحے پہلے آپ نے اپنے حواریوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ”مجھے جانے دو تا خدا تمہارے اندر وہ ابن آدم بھیجے جس کا بولنا خدا کا بولنا ہوگا۔“ آپ اہل علم ہیں، جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت کریمہ: ”وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی“ جو اس کا مفہوم اور معنی ہے بعینہ اس عبارت کا بھی یہی تقاضا ہے، اگر اس آیت کی جگہ انجیل کی عبارت کو رکھ دیا جائے یا انجیل کی عبارت کی جگہ اس آیت کو رکھ دیا جائے، میں الفاظ کی بات نہیں کر رہا، نتیجہ اور مفہوم کی بات کر رہا ہوں کہ وہ دونوں کا ایک ہی ہے۔

دین اسلام میں:

جب یہ بات متعین ہوگئی کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات نے آخری نبی نہیں کہا بلکہ خود تورات میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشینگوئی موجود۔ انجیل نے سیدنا مسیح علیہ السلام کو آخری نبی نہیں کہا بلکہ انجیل میں خود نبی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشینگوئی موجود، تو اب صرف ایک چانس باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے اسلام اور اہل اسلام کے لئے کہ ہم غور کریں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو مسلمان کہتے ہیں، آپ کے دین کا نام دین اسلام ہے، آپ کی ذات اقدس پر جو کتاب نازل ہوئی اس کو قرآن مجید کہتے ہیں تو اب ایک چانس باقی ہے کہ آیا قرآن مجید نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی کہا یا نہیں؟

لفظ خاتم کی تحقیق:

میرے بھائیو! قرآن مجید کا بائیسواں پارہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں آپ کے لئے ”خاتم النبیین“ کا لفظ استعمال کیا گیا، آپ حضرات اہل علم ہیں، میری بات کو بخوبی سمجھیں گے کہ ”خاتم“ ت کے زبر کے ساتھ یا ت کے زیر کے ساتھ، اس کے بے شمار معنی ہیں لیکن اہل لغت کا (چاہے وہ قبل از

اسلام کی لغت ہوں یا بعد از اسلام کی) ان تمام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ "خاتَم" اور "خاتِم" دونوں صورتوں میں جب یہ جمع کی طرف مضاف ہوں تو اس کا معنی سوائے آخری کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ خاتَم النبیین، خاتِم النبیین، خاتَم الکتاب، خاتِم الکتاب، خاتَم الاولاد، خاتِم الاولاد، خاتَم القوم، خاتِم القوم دونوں صورتوں میں "ای آخرھم" سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

جب یہ بات متعین ہوگئی کہ یہاں پر اس کا معنی سوائے آخری کے اور کوئی نہیں تو آپ حضرات جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی وہ آیت کریمہ جس میں سوائے ایک معنی کے کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو تو وہ نص قطعی (معنی یا دلالت) کہلاتی ہے تو اس نص سے یہ ثابت ہوا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ نبوت کے آخری فرد ہیں، جس نبوت کا آغاز اللہ رب العالمین نے سیدنا آدم علیہ السلام سے کیا تھا اس کی انتہا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کردی گئی۔

سب سے پہلے نبی آدمؑ اور سب سے آخری نبی میں ہوں:

اس بات کو سمجھانے کے لئے میں نے آپ کے ۱۵،۲۰ منٹ لئے۔ افصح العرب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک جملے میں یوں ارشاد فرمایا: "اول الانبیاء آدم و آخرھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم"... لوگو! سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی میں ہوں...

برادران اسلام! پہلا وہ ہوتا ہے جس سے پہلے کوئی چیز نہ ہو، آخری وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی چیز نہ ہو، جس طرح آدم علیہ السلام سے پہلے کسی بھی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوا، اسی طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نبی نہیں بنے گا۔ ابتدا حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور انتہا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

ایک مثال سے وضاحت:

اب میں ایک مثال کے ساتھ اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ کہ مثلاً میں آپ حضرات کے جامعہ میں حاضر ہوا، داخل ہوتے ہی میں نے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا وہ نماز پڑھ رہے ہیں، اب لفظ تو صرف ایک بولا کہ نماز پڑھ رہے ہیں لیکن اس سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔ اگر وہ نماز پڑھ رہے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ وضو سے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں کا معنی یہ کہ ان کا جسم بھی پاک ہے، نماز پڑھ رہے کا معنی یہ کہ ان کے کپڑے بھی پاک ہیں، نماز پڑھ رہے کا معنی یہ کہ جس جگہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں وہ جگہ بھی پاک ہے، نماز پڑھ رہے ہیں کا معنی یہ کہ ان کا رخ بھی قبلہ کی جانب ہے، نماز پڑھ رہے ہیں کا معنی یہ کہ اس وقت نماز کا وقت بھی ہے، نماز پڑھ رہے ہیں کا معنی یہ کہ اس وقت وہ کسی کے ساتھ بات بھی نہیں کریں گے، اس لئے کہ اگر جسم پاک نہیں تو نماز نہیں، وضو نہیں تو نماز نہیں، کپڑے پاک نہیں تو نماز نہیں، جگہ پاک نہیں تو نماز نہیں، قبلہ کی طرف رخ نہیں تو نماز نہیں، نماز کا وقت نہیں تو نماز نہیں اور اگر بول رہے ہیں تو بھی نماز نہیں۔ اب لفظ تو انہوں نے ایک استعمال کیا لیکن اس کے تحت یہ باتیں از خود ثابت ہوگئیں۔ ایک لفظ نے کہ "وہ نماز پڑھ رہے ہیں" آٹھ دس مسائل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، یہ تو میں نے مثال عرض کی، اب آپ سمجھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا دین آخری دین ہے، حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں تو اس کا معنی یہ کہ آپ کی شریعت آخری شریعت ہے۔ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں تو اس کا معنی یہ کہ آپ کی امت آخری امت ہے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو اس کا معنی یہ کہ جو آسمانی کتاب آپ علیہ السلام پر نازل ہوئی یہ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے۔

لفظ تو ایک استعمال کیا خاتم النبیین لیکن اس ایک لفظ نے امت کو، شریعت کو اور سارے دین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ خدا نہ کرے جو شخص ختم نبوت کا انکار کرے وہ اکیلے ختم نبوت کا انکار نہیں کر رہا بلکہ اسی سے اس دین کے آخری دین ہونے کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ ختم نبوت کے انکار کرنے سے اس شریعت کے آخری شریعت ہونے کا بھی انکار لازم ہے۔ ختم نبوت کے انکار سے اس امت کے آخری امت ہونے کا بھی انکار لازم آتا ہے اور ختم نبوت کا انکار کرنے سے قرآن مجید کا آخری آسمانی کتاب ہونے کا بھی انکار لازم آتا ہے۔

ESTD 1950
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

ختم نبوت کا انکار کردینا، پورے اسلام سے دستبردار ہونا ہے:

اب آپ سے یہ بات بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ ختم نبوت کے ماننے سے پورے دین کا تحفظ لازم آتا ہے اور ختم نبوت کا انکار کرنے سے پورے اسلام سے معاذ اللہ دستبرداری لازم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال سے آپ کی امت اس مسئلہ پر اتنی حساس چلی آرہی ہے کہ آپ کے بعد ادھر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا نہیں، ادھر پوری امت ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر میدان میں آئی نہیں۔ اہل فتویٰ نے اپنے فتویٰ سے، اہل علم نے اپنے زور بیان سے، مجاہدین نے اپنے قوت بازو سے غرضیکہ امت کا جو جو طبقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لئے اپنے اپنے میدان میں کوئی بھی فریضہ سرانجام دے سکتا تھا، ایک سیکنڈ لگائے بغیر اس نے اپنے فریضے کو سرانجام دیا۔

ختم نبوت کا تعلق آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے ہے:

میں توقع رکھتا ہوں کہ اللہ رب العزت آپ کو، مجھے بھی اس کام کے لئے قبول فرمائے۔ اس امر پر آپ دوست توجہ کرلیں کہ آپ اہل علم ہیں، میں ایک بات عرض کرتا ہوں جو کہ انہی مولانا انوری نے ایک کتاب ''انوار انوری'' میں لکھی ہے، اس میں وہ بیان کرتے ہیں بات تو تھوڑی مشکل ہے لیکن اس کو اپنے طور پر جو میں سمجھا ہوں وہ یہ کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''نماز، روزہ، حج، زکوۃ یہ سب فرائض ہیں لیکن ان تمام فرائض کا تعلق حضور علیہ السلام کے اعمال کے ساتھ ہے کہ آپ علیہ السلام نے نماز یوں پڑھی، آپ علیہ السلام نے روزہ یوں رکھا، آپ علیہ السلام نے حج یوں کیا، آپ علیہ السلام نے زکوۃ کا یوں ارشاد فرمایا، ہیں تو یہ فرائض لیکن ان کا تعلق انسان کے اعمال کے ساتھ ہے اور اعمال کی بجا آوری کے لئے انسان کے اعضاء حرکت کرتے ہیں اور ختم نبوت کا تعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے ساتھ ہے، اسی لئے تمام مسائل میں حضور علیہ السلام کی ناموس کے تحفظ کا مسئلہ مقدم ہے۔ اسی کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا: ''لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین'' جس طرح جوارح پر ذات مقدم ہوتی ہے، اسی طرح تمام فرائض میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وناموس کا مسئلہ مقدم ہے۔''

مدنی حضرات کا وظیفہ:

آپ حضرات اس امر پر توجہ فرمائیں کہ خصوصیت اس کو کہتے ہیں: ''مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ'' مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کلیم اللہ بنایا وہ بغیر واسطے کے ڈائریکٹ اللہ میاں سے کوہ طور پر جاکر بات کیا کرتے تھے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نہیں بلکہ پوری انسانیت، پوری انسانیت نہیں بلکہ تمام جن، فرشتے، انسان، تمام ذوالعقول مخلوق میں سے سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت کی صبح تک یہ صرف اور صرف آپ علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین بنایا۔ یہ وہ تمغہ ہے جو قدرت نے خود محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر لگایا، یہ وہ تاج ہے جس کا مستحق صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو گردانا گیا، اس دور میں جبکہ چاروں طرف سے بے دین فتنے، بے دینی کا منہ کھولے ہوئے اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے درپے ہیں۔ اس ماحول میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے اردگرد پہرہ دینا براہ راست محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کے مترادف ہے۔ یہی وظیفہ مدنی حضرات کا ہونا چاہئے، یہی وظیفہ ان دوستوں کا ہونا چاہئے جو مدینہ کی طرف اپنی نسبت رکھتے ہیں، آپ حضرات کو تو یہ اعزاز ہے کہ آپ حضرات کے در و دیوار بھی ایک مدنی نسبت کے ساتھ وابستہ ہیں، بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المومنین۔ (ماہنامہ سلوک واحسان کراچی، نومبر ۲۰۱۳)

ایمان بالغیب

ایک شخص نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کیسے محبت کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نظر نہیں آتا؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ تم کو اپنی جان سے محبت ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ڈاکو تمہاری جان نکالنے آجائے تو اس سے لڑو گے یا آسانی سے کہہ دو گے کہ یہ جان حاضر ہے لے جا؟ کہا: نہیں صاحب! جان بچانے کے لئے جان لڑادوں گا۔ فرمایا: جان کو کبھی دیکھا بھی ہے؟ کہا: کبھی نہیں دیکھا۔ فرمایا: جیسے بغیر دیکھے جان سے محبت کرتے ہو تو بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ سے محبت کیوں نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم میں روح عطا فرما کر ایمان بالغیب کی ایک دلیل خود ہمارے اندر رکھ دی کہ جس طرح اپنی جان پر ایمان بالغیب لاتے ہو اور بغیر دیکھے اپنی جان کو تسلیم کرتے ہو اور اس سے اتنی محبت کرتے ہو کہ جان کی حفاظت میں جان لڑا دیتے ہو اسی طرح بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا کیا مشکل ہے؟ ہمارے اندر دلیل رکھ کر اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا پرچہ آسان کردیا اور انکار کی گنجائش باقی نہ رکھی۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

میری ہستی ہے خود شاہد وجود ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

ختم نبوت... عقل کی روشنی میں!

مرسلہ: مولانا محمد شفیق علوی (۳) مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی

اس اصول کے نتیجہ صریح کے طور پر ہم یہ ماننے پر بھی مجبور ہیں کہ عقل انسانی کا فطری رجحان یہ ہے کہ جب تک کسی قطعی ویقینی دلیل نقلی سے کسی نبی کی ضرورت نہ ثابت ہو جائے اس وقت تک وہ اس کی بعثت کو بے ضرورت سمجھے اور اس کی احتیاج کا بالکل احساس نہ کرے۔ گویا کسی نبی کی بعثت کو غیر ضروری سمجھنا عقل سلیم کا تقاضا اور اس کا فطری رجحان ہے۔ اتنی بات معلوم کرنے کے لئے اسے نقل کی کوئی احتیاج نہیں۔ نفی بعثت نبی عقلی شئے ہے۔ جس کا فیصلہ عقل محض بھی کر سکتی ہے۔ مگر اثبات بعثت نبی یا اس کی ضرورت وحاجت یا تعیین محل اور تخصیص وزمانہ وغیرہ عقلی مسائل نہیں ہیں۔ جن کا ادراک عقل محض کر سکے۔ اس لئے انہیں صرف عقلی دلائل سے دریافت اور ثابت کرنے کی کوشش کرنا سخت قسم کی کج فہمی اور بنیادی غلطی ہے۔

ہاں! ختم نبوت کا قائل ہونا خواہ اس کے لئے کوئی نقلی دلیل ہو یا نہ ہو۔ بلکہ فطری شئے ہے۔ یا بالفاظ دگر اگر بالفرض کوئی آیت قرآنی یا حدیث نبوی نہ ملے جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہو تو بھی سلامت عقل کا تقاضا اور فہم کا فطری رجحان یہی ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کریں اور اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت کا امکان تسلیم نہ کریں جب تک مندرجہ ذیل امور قطعی ویقینی دلائل شرعیہ نقلیہ یعنی نص قرآنی یا نص حدیث متواتر سے نہ ثابت ہو جائیں۔

اولاً: امت محمدیہ میں کسی مرحلہ ومنزل پر کوئی نیا نبی مبعوث ہوگا۔

ثانیاً: اس نبی کی فلاں فلاں نشانیاں اور علامتیں ہوں گی جس سے اس کی نبوت ورسالت بالکل واضح ہوگی۔

ان دونوں باتوں کا بہت صراحت ووضاحت کے ساتھ مذکور ہونا اور دلائل شرعیہ قطعیہ سے ثابت ہونا لازم ہے۔ ظنی دلیل کا عقائد کے بارے میں کوئی اعتبار نہیں۔ ان نصوص کتاب یا سنت میں دو وصفوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ یعنی قطعی الثبوت ہونا اور قطعی الدلالۃ ہونا محض مبہم اشارات یا اخبار آحاد جو ظنی الثبوت ہیں۔ اس مقصد کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ جب تک ایسی یقینی وقطعی دلیل شرعی موجود نہ ہو اس وقت تک عقل سلیم اس امت میں قیامت تک کسی نئے نبی کی بعثت کا امکان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی طور پر آخری نبی سمجھنے پر مجبور ہے۔ عقل کے اس رویہ کی تائید مزید اس حجت کو پیش نظر رکھنے سے بھی ہوتی ہے کہ کسی نبی کا مبعوث ہونا امت کے لئے امتحان وابتلاء ہوتا ہے۔ ناممکن ومحال ہے کہ حق تعالیٰ امت کو تعلیم کے بغیر امتحان میں ڈال دیں اور بغیر کسی تیاری کے پرچہ امتحان حل کرنے پر مجبور کریں۔ یہی وجہ ہے کہ سب انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اپنے بعد آنے والے نبیوں کے بارے میں پیش گوئی فرماتے رہے۔ قرآن حکیم کا بیان ہے: ''واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه (آل عمران: ۸۱)'' ﴿اور جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں علم اور کتاب عطاء کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔﴾

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ مسئلہ ختم نبوت میں عقلاً وشرعاً بار ثبوت کلیتہً ان لوگوں پر ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت ورسالت جاری رہنے کے مدعی ہیں۔ ختم نبوت کا عقیدہ رکھنے والوں کے ذمہ کسی چیز کا ثابت کرنا نہیں ہے۔ ہم یعنی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرنے والے، ان مدعیان باطل سے اتنا کہہ کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں:

''هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين.'' (البقرۃ:۱۱۱)

اس کے ساتھ ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس تار عنکبوت کے برابر بھی کوئی دلیل ان کے عقیدہ باطلہ کی نہیں۔ اس لئے ہم ان سے کہتے ہیں:

''فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة.'' (البقرۃ:۲۴)

ہندوستان کی خصوصیت

عام طور پر جو چیزیں ختم نبوت کے انکار یا اس

میں شک وشبہ کی گمراہی میں مبتلاء ہیں۔ ان کا تذکرہ ہم نے اوپر کے صفحات میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ یہ اس قعر ضلال میں گرنے کے عام اسباب ہیں جو کسی ملک یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ لیکن ہندوستان (مع پاکستان) کی ایک خصوصیت ایسی بھی ہے جس نے گمراہی وضلال کے اس شجرہ خبیثہ کے لئے اس ملک میں خصوصیت کے ساتھ نشوونما پانے کا بہت مناسب موقع فراہم کردیا۔ یہ خصوصیت یہاں کا ذہنی وفکری مزاج ہے۔ ہندوستان (مع پاکستان) میں اسلام کے قدم آنے سے پہلے دین کا کوئی صحیح تصور موجود نہیں تھا۔ بلکہ فلسفہ کا نام دین تھا۔ اسلام کی تاثیر اور مسلمانوں کے اختلاط کی وجہ سے دین وفلسفہ میں کسی قدر امتیاز پیدا ہوا مگر یہ امتیاز بالکل ناقص اور غیر مفید ثابت ہوا۔ اس لئے کہ جو ادیان ومذاہب خود اس سرزمین میں پیدا ہوئے۔ ان سب کی بنیاد فلسفوں پر قائم ہے۔ وحی ربانی اور نبوت کا تصور ان میں سے کسی ایک میں بھی نہیں پایا جاتا۔ ان سب مذاہب وادیان کی انتہاء زیادہ سے زیادہ الہام وکشف پر ہوتی ہے اور بڑی سے بڑی شخصیت رشی (ولی اللہ) یا اوتار کو قرار دیا جاتا ہے۔ اوتار کا قدیم تصور تو تقریباً خدا کے مرادف تھا۔ مگر نیا تصور اسے ایک لیڈر یا مصلح کے ہم معنی قرار دیتا ہے۔ علم وشخصیت کے یہی دو تصور ہیں۔ جن پر باوجود کثیر اختلافات ہندوستان کے کل مذاہب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی وحی ربانی اور نبی کے مرادف وہم معنی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کا مسئلہ سمجھنا ہندوستان (مع پاکستان) کی غیر مسلم قوموں کے لئے بہت دشوار ہے۔ نبوت کی حقیقت اور اس کے درجہ علیاء سے ناواقف لوگ اگر ختم نبوت کے مسئلہ کو نہ سمجھ سکیں تو کیا تعجب ہے؟ وہ نبی کو زیادہ سے زیادہ ایک رشی یا اوتار کا مرتبہ دے سکتے ہیں۔ حالانکہ مقام نبوت سے ان تصورات کو کوئی بھی نسبت وتعلق نہیں۔ اسی طرح وہ وحی ربانی کو زیادہ سے زیادہ الہام یا کشف کے ہم معنی سمجھ سکتے ہیں۔ حالانکہ وحی ربانی کا درجہ کشف والہام سے بدرجہا زیادہ بلند وبرتر اور ان سے کلیتہ ممتاز ہے۔

مقام نبوت سے بے خبری کا نتیجہ ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ان کی فہم کی گرفت میں نہیں آتا۔ بلکہ اس کے بجائے وہ کسی نئے اوتار کے منتظر رہتے ہیں اور بعض بڑی اور اولوالعزم شخصیتوں کو جنہیں وہ اپنے خیال میں مصلح سمجھتے ہیں۔ مرتبہ نبوت پر فائز یا اپنے الفاظ میں اوتار سمجھنے لگتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اوتار کے تصور کا درحقیقت اسلام میں نام ونشان بھی نہیں اور نبوت کی حقیقت کو اس اوتار کے مفہوم سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں۔ یہ عام ماحول ہے۔ لیکن ہندو طبقہ میں جو لوگ وحدت ادیان کے مبلغ ہیں۔ اس کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ ختم نبوت کے اسلامی عقیدے کو بہت حیرت وناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ عقیدہ وہ سنگ گراں ہے جو وحدت ادیان کا راستہ روک دیتا ہے اور اسے قدم بڑھانے سے مانع ہوتا ہے۔ اس لئے قدرۃً ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے دل ودماغ سے اس عقیدہ کا اقتدار اٹھ جائے تاکہ وحدت ادیان کے لئے میدان ہموار ہو جائے۔ جس سے تبلیغ مذہب کے علاوہ بہت سی سیاسی مصلحتیں بھی وابستہ ہیں۔ بہت سے دین سے ناواقف، مقام نبوت سے بے خبر اور عظمت نبوی سے ناآشنا مسلمان اس ماحول سے متاثر ہوکر ختم نبوت کے بارے میں شک وشبہ یا اس سے انکار کا شکار ہو جاتے ہیں اور مرزاقادیانی آنجہانی کے ایسے لوگوں کو انہیں اپنے دام میں اسیر کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اسی ماحول کا اثر ہے کہ ختم نبوت کے مسئلہ میں ہندوستان (مع پاکستان) میں مسلمانوں کی طرف سے جس قدر کمزوری کا اظہار کیا گیا ہے۔ یا جس قدر مدعیان نبوت یہاں پیدا ہوئے اس کی نظیر شاید کسی اسلامی ملک میں نہ مل سکے۔

خلاصہ کلام

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ایک واضح عقیدہ ہے۔ جس کی طرف خود فطرت انسانی مائل ہے۔ بخلاف اس کے سلسلۂ نبوت کا جاری رہنا محتاج دلیل وبرہان ہے اور جب تک اس کے اوپر کوئی دلیل نقلی قطعی ویقینی قائم نہ ہو۔ اس وقت تک اجراء نبوت کے امکان یا وقوع کا دعویٰ کرنا ایک مغالطہ ہے۔ جو نقلاً ہی نہیں بلکہ عقلاً بھی ناقابل تسلیم اور گمراہی ہے۔

ختم نبوت سے انکار کا اصل سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے اعتمادی اور ایمان بالرسالت کی کمزوری ہے۔ مقام نبوت سے بے خبری، دین میں فلسفیانہ طرز فکر، یہودی دسیسہ اندازی، ہندوستانی ماحول اور ان کے پروپیگنڈے سے تاثر، دین سے جہالت اور ناواقفیت، یہ وہ اسباب ہیں جنہوں نے بہت سے مسلمانوں کے دلوں اس عقیدے کے بارے میں شک وشبہ پیدا کردیا۔ لیکن اوپر کے بیان سے آفتاب کی طرح یہ بات روشن ہوچکی ہے کہ یہ شک وشبہ بالکل بے بنیاد اور دلیل سے قطعاً محروم وتہی دست ہے۔ یہ بیماری اپنی پیدا کی ہوئی ہے۔ جس کی ذمہ داری تمام مریض پر ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے جراثیم دوسروں کے دل ودماغ سے لے کر اپنے دل ودماغ میں داخل کرلئے اور ان کی پرورش کر رہے ہیں۔ اس کا علاج بھی انہیں کے اختیار میں ہے۔ اس زہر کو جس طرح انہوں نے اپنے دل ودماغ پر مسلط کرلیا ہے۔ اسی طرح وہ اسے باہر بھی نکال سکتے ہیں۔ اگر وہ نہیں نکالتے تو نتائج کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے۔ لیکن مسلمانوں کا خیرخواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم محض ادائے فرض پر اکتفاء نہ

کریں۔ بلکہ اس مہلک زہر کا کچھ تریاق بھی مہیا کر دیں۔ جو بعض مسلمانوں کی روحانی موت کا باعث ہو رہا ہے۔ یعنی ختم نبوت کے عقیدے پر دلائل و براہین بھی قائم کر دیں جو دینی مسائل میں صحیح نتیجہ پر پہنچاتا ہے اور غیروں کی گمراہ کن تکنیک سے ذہن کو محفوظ رکھتا ہے۔

اس مقصد کے پیش نظر میں نے بحث کو دو حصوں میں منقسم کر دیا ہے۔ یعنی عقلی اور نقلی۔

حصہ اول! میں خالص عقلی دلائل سے ختم نبوت کی صداقت و حقانیت کو واضح کیا گیا ہے۔

دوسرے حصہ! میں قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ خاتمہ میں میں نے ان مغالطوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ جن کا سہارا اجراء نبوت کے مدعی لیتے ہیں۔

محمد اسحاق صدیقی عفی اللہ عنہ!

(جاری ہے)

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

رحمت کبریا خلق کے رہنما تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
احمد مجتبیٰ، خاتم الانبیاء تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
منزل عشق کے رہنما راہبر مسند حسن کے بے شبہ تاجور
گلشن قدس کی رونق جانفزا تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
(سکندر لکھنوی)

مظہر فطرت آپ کا مذہب صلی اللہ علیہ وسلم
ختم نبوت آپ کا منصب صلی اللہ علیہ وسلم
فقر و قناعت اُن کا لبادہ ذکر و عبادت اُن کا جادہ
شوق عزیمت، اُن کا مرکب صلی اللہ علیہ وسلم
(راز کشمیری)

ہے درود و نعت ختم الانبیاءؐ کے واسطے
اور سب اصحابؓ و آلِ مصطفیٰ کے واسطے
گر ہوا آخر میں وہ شاہ جلیل
پر ہے ظاہر اس کی سبقت کی دلیل
(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

سر پہ ہر عاصی کے ہے احسان ختم المرسلین
دور تک ہے گوشۂ دامان ختم المرسلین
رحمت خاص ان پر نازل ہو رہی ہے عرش سے
اور ہمارے واسطے فیضان ختم المرسلین
(جبریل صدیقیؒ)

سمجھنے کا ہے دل سے مسئلہ ختم نبوت کا
یہ طے ہے اب نبی دنیا میں کوئی بھی نہ آئے گا
مکمل ہو چکا ہے دین بھی اخلاق بھی اُن پر
جو پیدا ہو نبی کوئی تو وہ کیا چیز لائے گا؟
(فلائٹ لیفٹیننٹ ظفر اقبال)

مطلع نور ہدیٰ ہے سنت ختم الرسلؐ
مشعل راہِ خدا ہے سنت ختم الرسلؐ
شرح دین کبریا ہے سنت ختم الرسلؐ
اصل حب مصطفیٰ ہے سنت ختم الرسلؐ
(عبدالکریم مسلم)

شاخ سدرہ منزل آغاز ختم المرسلینؐ
عرش سے ہے ماورا پرواز ختم المرسلینؐ
گھر میں ہوں یا گھر کے باہر بزم ہو یا رزم ہو
منفرد ہے ہر جگہ انداز ختم المرسلینؐ
(اعجاز رحمانی)

سیّد ابرار ختم المرسلینؐ
آپ ہیں سرکار ختم المرسلینؐ
منزل رہبر غلامی آپ کی
بالیقین سرکار ختم المرسلینؐ
(خواجہ راہبر چشتی)

اسلام کے کاروباری اخلاق!

دوسری قسط

ڈاکٹر بشیر احمد رند

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرأ ما أخذ منه، أمن الحلال ام من الحرام". (صحیح بخاری:۵۹)

ترجمہ:"لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت کوئی شخص یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال لیا ہے وہ حلال ذریعے سے آیا ہے یا حرام ذریعے سے۔"

کاروبار کے حرام ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ "ربا" ہے جس سے اسلام سختی سے روکتا ہے۔

ربا کا مطلب:

قرض میں دیئے ہوئے اصل مال پر کچھ "اضافی رقم" مدت کے مقابلہ میں شرط اور تعین کے ساتھ لینا" وہ اضافی رقم ربا ہے۔

ربا کو اردو میں سود کہتے ہیں۔ اسلام ایسے کاروبار سے روکتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

۱:...... "وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا". (البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام کیا ہے۔"

۲:...... "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً". (آل عمران:۱۳۰)

ترجمہ:"اے ایمان والو دوگنا چوگنا سود مت کھاؤ۔"

۳:...... "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ". (بقرہ:۲۷۸،۲۷۹)

ترجمہ:"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، باقی ماندہ ربا چھوڑ دو، اگر تم ایمان رکھتے ہو لیکن اگر تم باز نہ آئے تو پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہارے ساتھ لڑائی کا اعلان ہے، اور اگر تم باز آگئے تو تمہیں اصل مال واپس ملے گا، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ربا کے کاروبار کی مذمت کی ہے، چنانچہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں:

"لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء." (صحیح مسلم ۳۰۹۳)

ترجمہ:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا لینے والے اور ربا دینے والے اور اس معاملہ کو لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: گناہ میں یہ سب برابر ہیں۔"

دراصل ربا یعنی سود بخل، خودغرضی، شقاوت، بے رحمی اور زر پرستی کی صفات پیدا کرتا ہے وہ ایک قوم اور دوسری قوم میں عداوت ڈالتا ہے، وہ افرادِ قوم کے درمیان ہمدردی، اور امداد باہمی کے تعلقات کو قطع کرتا ہے، وہ لوگوں میں روپیہ جمع کرنے اور صرف اپنے ذاتی مفاد کی ترقی پر لگانے کا میلان پیدا کرتا ہے، وہ سوسائٹی میں دولت کی آزادانہ گردش کو روکتا ہے بلکہ دولت کی گردش کا رخ الٹ کر ناداروں سے مالداروں کی طرف پھیر دیتا ہے، اس کی وجہ سے جمہور کی دولت سمٹ کر ایک طبقے کے پاس اکٹھی ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ چیز آخرکار پوری سوسائٹی کے لئے بربادی کی موجب ہوتی ہے جیسا کہ معاشیات میں بصیرت رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں اور سود کے تمام اثرات ناقابل انکار ہیں۔

امام رازیؒ کہتے ہیں کہ:

"سود پر اعتماد کرنے کے نتیجے میں کسب معاش کی جدوجہد سے لوگ رک جائیں گے، اس لئے کہ مالدار آدمی کے لئے سودی کاروبار سے جب زیادہ مال کمانا آسان ہو جائے گا تو وہ محنت، جدوجہد، تجارت وصنعت وحرفت کی سخت تکلیف کیوں برداشت کرے گا؟ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اجتماعی مفاد متاثر ہوگا کیونکہ یہ واضح ہے کہ سوسائٹی کا مفاد تجارت، صنعت اور تعمیری

کاموں سے وابستہ ہے۔‘‘ (الرازی محمد بن عمر بن حسین فخر الدین: مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر، ملتان، دار الحدیث ۱۲/۹۳۔۹۴)

۳۔ تجارت باہمی رضامندی کے ساتھ (Trade through Mutual Consent)

تجارت و کاروبار کے سلسلے میں اسلام ایک اخلاقی اصول یہ دیتا ہے کہ معاملہ میں جانبین کی حقیقی رضامندی ضروری ہے، فروخت کرنے والا اپنی حقیقی رضامندی کے ساتھ فروخت کر رہا ہو اور خرید کرنے والا اپنی حقیقی رضامندی کے ساتھ خرید کر رہا ہو، کسی بھی طرف سے اضطراری رضا معتبر نہیں، یعنی یہ نہ ہو کہ ایک شخص بہ رضا و رغبت اس معاملہ کے لئے آمادہ نہ ہو مگر اس کی مجبوری اس کی رضا کی قائم مقام ہو، اس لئے کسی کو یہ جائز نہیں کہ کسی کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی سستی چیز مہنگے داموں دوسرے کو فروخت کرے یا اس کی مہنگی چیز سستے داموں اس سے خرید کرے۔ ایسی تجارت اسلام میں منع ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا.‘‘

(النساء:۲۹)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ مگر یہ کہ تجارت کے ذریعے باہمی رضامندی کے ساتھ نفع حاصل کرو اور اپنے آپ کو قتل مت کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے۔‘‘

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

’’إنما البیع عن تراض.‘‘ (ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد یزید: سنن ابن ماجہ، ۱۹۹۹ء، الریاض، مکتبہ دار السلام، طبع اول، حدیث نمبر:۲۱۸۵)

ترجمہ: ’’بیع تو بیع شمار تب ہوگی جب باہمی رضامندی سے طے پائے۔‘‘

’’نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر.‘‘ (ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی: سنن ابی داؤد، ۱۹۹۹ء، الریاض، مکتبہ دار السلام، طبع اول، حدیث نمبر ۳۳۸۲)

ترجمہ: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبر اور زبردستی کی بیع کو ناجائز قرار دیا۔‘‘

۴۔ کاروبار میں سچائی (Truthfulness in Business Transactions)

اسلام جس طرح انسان کے ہر معاملے میں سچائی کے خلق کو پسند کرتا ہے اسی طرح تجارتی لین دین میں بھی سچائی کو اہمیت دیتا ہے، اور ایک مسلمان تاجر سے توقع رکھتا ہے کہ وہ سچائی سے کاروبار کرے۔ سچے اور ایماندار تاجروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ انہیں دنیا میں برکت اور آخرت میں اہم مقام پر فائز ہونے کی بشارتیں دیتا ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

’’التاجر الصدوق الأمین مع النبیین والصدیقین والشھداء.‘‘ (جامع ترمذی:۱۲۰۹)

ترجمہ: ’’سچا اور دیانتدار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔‘‘

ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’إن التجار یبعثون یوم القیٰمۃ فجارًا إلا من اتقی اللہ وبرّ وصدق۔‘‘

(جامع ترمذی:۱۲۱۰)

ترجمہ: ’’تاجر قیامت کے دن بدکرداروں کے زمرے میں اٹھائے جائیں گے، علاوہ ان کے جو خدا سے ڈرے اور چیز کا عیب و صواب بیان کیا اور سچ بولے۔‘‘

ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’فإن صدقا وبیّنا بورک لھما فی بیعھما وإن کتما وکذبا محقت برکۃ بیعھما.‘‘ (صحیح بخاری:۲۰۸۲، جامع ترمذی:۱۲۴۶)

ترجمہ: ’’اگر فروخت کرنے والا اور خریدار اپنے معاملے میں سچ بولیں گے اور چیزوں کے عیب وصواب کو ایک دوسرے کے سامنے بیان کردیں گے تو اس سودے میں ان کے لئے برکت دی جائے گی اور اگر انہوں نے فروخت ہونے والی چیز کا عیب چھپایا اور جھوٹ سے کام لیا تو ان کے سودے سے برکت اٹھالی جائے گی۔‘‘

۵۔ کاروبار میں دیانت داری: (Trustworthiness in Business Transactions)

دیانت داری کی، بیع وشراء کے معاملہ میں بہت بڑی اہمیت ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان اپنے کاروبار میں سچائی، امانت داری، اور دیانت داری سے کام لیں، تاکہ لوگ پورے اطمینان سے ان کے ساتھ کاروباری معاملہ کریں۔ خریدار کو اطمینان ہو کہ فروخت کرنے والا اس سے دھوکا نہیں کرے گا اور فروخت کرنے والے کو بھی اعتماد ہو کہ خریدار اس سے خیانت نہیں کرے گا۔ ایک مسلمان کے شایان شان نہیں کہ دنیا کے تھوڑے مفاد کے لئے اپنے خالق کو ناراض کرکے اپنی آخرت برباد کرے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ

وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ." (الانفال:۲۷)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت مت کرو، اور نہ ہی جان بوجھ کر ایک دوسرے کی امانتوں میں خیانت کرو۔"

۶۔ لین دین میں نرمی، سہولت اور حسن ادائیگی سے کام لینا: (Generosity and Leniency in Business Transactions)

کاروباری اخلاقیات کے سلسلے میں اسلام اپنے پیروکاروں کو یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ خرید وفروخت اور اپنے حق وصول کرنے یا حق ادا کرنے کے سلسلے میں نرمی، سہولت اور حسن ادائیگی سے کام لیا جائے۔ ترش روئی، سخت مزاجی، بدکلامی اور ٹال مٹول کو اسلام سخت ناپسند کرتا ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"رحم اللہ رجلا سمحا اذا باع، واذا اشتری واذا اقتضی." (صحیح بخاری:۲۰۷۶)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو جب بیچتا ہے، خرید کرتا ہے یا اپنا حق وصول کرتا ہے تو نرمی اور سہولت سے کام لیتا ہے۔"

"عن أبي رافع أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسلف من رجل بكرًا فقدمت عليه إبل من الصدقة فأمر أبا رافع أن يقضي الرجل بكره فرجع إليه أبو رافع فقال: لم أجد فيها إلا خيارًا رباعيًا فقال: أعطه إياه، إن خيار الناس أحسنهم قضاء." (صحیح مسلم:۴۱۰۸)

ترجمہ: "حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار پر ایک جوان اونٹ خرید کیا، جب صدقہ کے اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع کو کہا کہ: اس حقدار شخص کو اس کے جوان اونٹ کے بدلے میں اونٹ دو، ابو رافع نے نشاندہی کی کہ ان اونٹوں میں کوئی جوان اونٹ نہیں سوائے ایک چار سالہ اونٹ کے جو بہت عمدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہی اس کو دے دو کیونکہ سب سے اچھا انسان وہ ہے جو اچھی طرح قرضہ ادا کرے۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ:

"مطل الغني ظلم." (صحیح بخاری:۲۴۰۰)

ترجمہ: "ایک غنی آدمی کی طرف سے حق کی ادائیگی میں دیر کرنا اور ٹال مٹول سے کام لینا ایک قسم کا ظلم ہے۔"

۷۔ کاروباری معاہدوں کی پاسداری: (Honouring and Fulfilling Business Obligations)

کاروباری اخلاقیات کے حوالے سے اسلام یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ کاروبار کے سلسلے میں جو بھی معاہدہ کیا جائے وہ پورا کیا جائے، اگر مبیع چیز کسی وقت پر دینے کا معاہدہ ہو تو پورے وقت پر دی جائے، یا قیمت کسی وقت پر دینے کا عہد ہو تو پورے وقت پر ادا کی جائے۔ اسی طرح کاروباری معاملہ میں جو چیزیں طے پائی ہوں ان کی پاسداری کی جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ." (المائدہ:۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! کاروباری معاہدوں کو پورا کرو۔"

اسلام کی نظر میں عہد شکنی ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں، بلکہ یہ منافقت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منافقت کی تین نشانیاں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔" (صحیح بخاری:۳۳)

کاروبار میں ممنوعہ چیزیں:

ایک طرف اسلام کاروبار میں اچھے اخلاق کو اپنانے کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف اپنے پیروکاروں کو ایسی چیزوں سے روکتا ہے جو کاروباری اخلاقیات کے خلاف ہوں، یا ان پر حرام قرار دی گئی ہوں۔ اسلام کاروباری معاملات میں جن چیزوں سے گریز کرنے کی تعلیم دیتا ہے ان میں سے اہم یہ ہیں:

۸۔ حرام چیزوں کے کاروبار سے

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

ممانعت:

اسلام نے مسلمانوں پر جن چیزوں کا کھانا پینا یا استعمال کرنا حرام ٹھہرایا ہے، ان کا کاروبار بھی ان پر حرام قرار دیا ہے، جیسے مردار جانور۔ (اس سے مراد ایسا مویشی یا پرندہ ہے جس کی موت شرعی طریقے پر ذبح کرنے کے سوا واقع ہوئی ہو، پھر چاہے طبعی موت مرا ہو، یا کسی جانور کے مارنے سے مرا ہو یا کسی اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو یا غیر شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو) اسی طرح خون، شراب، خنزیر، بتوں کا کاروبار یا ان اشیاء کی خرید و فروخت جو اپنی ذات میں نجس اور ناپاک ہوں، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

۱:..... "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ." (المائدہ:۳)

ترجمہ: "مردار جانور، خون اور سور کا گوشت تم پر حرام کئے گئے ہیں۔"

۲:..... "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ." (المائدہ:۹۰)

ترجمہ: "اے ایمان والو! شراب، جوا، بت، اور پانسے (جوا کی ایک صورت جو اسلام سے پہلے رائج تھی) ناپاک اور شیطانی عمل ہیں، ان سے گریز کرو تا کہ فلاح پاؤ۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إن الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام."

(سنن ابن ماجہ:۳۳۸۶)

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار جانور، خنزیر اور بتوں کے کاروبار کو حرام ٹھہرایا ہے۔"

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے:

"وإن الله إذا حرم على قوم أكل شيء حرم عليهم ثمنه."

(سنن ابی داؤد:۳۴۸۸)

ترجمہ: "اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کا کھانا لوگوں پر حرام قرار دیتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی ان پر حرام قرار دیتے ہیں۔"

۹۔ ہر ایسا کاروبار درست نہیں جس میں ایک کا فائدہ یقینی اور دوسرے کا نقصان یقینی ہو:

اسلام نے جو کاروباری اصول دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تجارت وکاروبار باہمی تعاون، مواساۃ اور ہمدردی پر مبنی ہو، ایسا نہ ہو کہ ایک فرد کا فائدہ دوسرے فرد یا سماج کے نقصان پر مبنی ہو، اس لئے اسلام ہر ایسے کاروبار کو ممنوع قرار دیتا ہے جس میں ایک فرد کا فائدہ ہو اور دوسرے فرد یا سماج کا نقصان ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا ضرر ولا ضرار."

(سنن ابن ماجہ:۲۳۴۰)

ترجمہ: "نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی اور کو نقصان پہنچاؤ۔"

اس اصول کے تحت جوا، لاٹری اور سٹہ کی تمام صورتیں ناجائز ہیں، اس لئے کہ ان کی بنیاد بلاشبہ ایسے معاملہ پر مبنی ہے کہ جس میں متعاقدین میں سے ایک جانب سے نفع دوسری جانب کے سراسر نقصان کا سبب بنتا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ." (البقرہ:۲۱۹)

ترجمہ: "لوگ شراب اور جوے کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں، آپ انہیں بتائیں کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے۔"

زمانہ جاہلیت میں اس کی بہت سی شکلیں رائج تھیں، مثلاً ملامسہ، منابذہ، بیع حصاۃ، وغیرہ۔

ملامسہ کا طریقہ یہ تھا کہ بائع و مشتری کے درمیان یہ طے ہو جاتا تھا کہ بغیر دیکھے اور حقیقت معلوم کئے ہوئے مشتری جس کپڑے یا چیز کو چھو دے گا وہ اتنی قیمت پر اس چیز کا مالک ہو جائے گا۔

اور منابذہ میں یہ طے ہوتا تھا کہ جو کپڑا یا چیز بائع مشتری کی جانب پھینک دے گا، اس متعین قیمت پر مشتری اس کا مالک ہو جائے گا۔

اور بیع حصاۃ یہ ہوتی تھی کہ متعدد اشیا فروخت کے لئے رکھ دی جاتیں اور لوگ چھری یا اس قسم کی کوئی چیز ان کی طرف پھینکتے، جس چیز کو چھری یا اس جیسی چیز چھو جاتی خواہ وہ کسی قیمت کی ہو مشتری کی ملکیت ہو جاتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے روکا۔ (صحیح بخاری:۲۱۴۶)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصاۃ کو بھی ممنوع قرار دیا۔ (جامع ترمذی:۱۲۳۰)

موجودہ ترقی یافتہ دور کے تجارتی جوے، لاٹری اور ریس سب اسی قسم کے معاملات میں داخل ہیں۔ اسلام ایسے معاملات کو میسر، قمار اور جوا قرار دیتا ہے اور اس قسم کے تمام معاملات کو تجارت کے لئے تباہ کن سمجھتا ہے اور معاشرتی تباہی کا پیش خیمہ یقین کرتا ہے اور ان باتوں کے علاوہ سوسائٹی کے اخلاق اور کردار کے لئے باعث ذلت و رسوائی جانتا ہے، کیونکہ یہ معاملات اکثر جنگ و جدل کا باعث بنتے ہیں۔ مواسات، رواداری، ہمدردی اور مروت کو تباہ اور دوسرے کی تباہی میں اپنا فائدہ سمجھنے کی ترغیب دے کر انسانی جوہر کو برباد کرتے ہیں۔

(مجد ہادی ص ۲۶۳،۲۶۴)

(جاری ہے)

داعی الی اللہ کے اوصاف!

مولانا قاضی احسان احمد

دینی اور دنیاوی میدان میں دعوت کی حیثیت یکساں ہے، اگر آپ دنیاوی میدان میں کسی بھی اعتبار سے مقتداؤ اور راہنما ہیں تو آپ کا اندازِ تکلم، آپ کے معاملات و معاشرت، آپ کے اچھے یا بُرے کردار کی عکاسی کرے گا، جس مشن کو لے کر آپ میدان میں اترے ہیں اس پر اچھے یا بُرے اثرات مرتب کرے گا، یہی کچھ معاملہ دین کے میدان میں بھی ہے کہ آپ کی اچھی، میٹھی اور دھیمی آواز، آپ کا بلند کردار، حُسن تکلم، حسنِ معاشرت، آپ کے لئے کامیابی وکامرانی کی راہیں ہموار کرے گا۔

آج کی اس مختصر تحریر میں ان احباب کو مخاطب کرنا مقصود ہے جو میدان دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہیں، جنھیں رب کریم نے اعلائے کلمۃ اللہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس اور تحفظ ختم نبوت کی ترویج واشاعت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تقدیس وتطہیر کا اہم مشن عطا فرمایا ہے اور اپنی جان مستعار کو رب کریم کے سپرد کرنے کا جذبہ نصیب کیا ہے۔ آیئے! آئینۂ قرآن وسنت اور تجربات ومشاہدات اکابر کی روشنی میں اپنے آپ کو سنوارنے کی ایک مرتبہ پھر سعی کریں تاکہ مشن میں مزید جان پیدا ہوسکے اور ہماری کاوشیں ثمر آور ہوجائیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ٥ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ ٥ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ٥

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں ان آیات مبارکہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"اوپر کی آیتوں میں مخاطبین کو آگاہ کرنا تھا کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اصل ملت ابراہیمی لے کر آئے ہیں، اگر کامیابی چاہتے ہو اور "حنیف" ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ ...الخ سے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی جارہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے، اس کے تین طریقے بتلائے: حکمت، موعظتِ حسنہ، جدال بالتی ھی احسن "حکمت" سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کیے جائیں۔ جن کو سن کر فہم وادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑجائیں اور کسی قسم کی علمی ودماغی ترقیات وحی الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کرسکیں۔ "موعظت حسنہ" موثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دل سوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی اور شفقت وحسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے، بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہوجاتے ہیں، مُردوں میں جانیں پڑجاتی ہیں۔ ایک مایوس پژمردہ قوم جھرجھری لے کر کھڑی ہوجاتی ہے، لوگ ترغیب وترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی وفہیم نہیں ہوتے، مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں، ان میں موثر وعظ وپند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جاسکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے ممکن نہیں۔ ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ ونصیحت سنتے ہیں، بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث ومناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اہل علم وانصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدون بحث کے تسلی نہیں ہوتی، اس لئے "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ" فرمادیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقے سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو، اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو، خواہی نخواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو، جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے، مقصود تفہیم اور احقاق حق ہونا چاہئے۔ خشونت،

بداخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں۔ یعنی طریق دعوت وتبلیغ ہیں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو، وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہوگا ان سے معاملہ کرے گا۔

انتقام اور صبر: وہ راستے دعوت وتبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو، اجازت ہے لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔ یعنی مظالم وشدائد پر صبر کرنا سہل کام نہیں۔ خدا ہی مدد فرمائے تو ہوسکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اف نہ کرے۔ اللہ اہل تقویٰ کی معیت میں ہے: یعنی انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی اختیار کرے گا، اسی قدر خدا کی امداد واعانت اس کے ساتھ ہوگی۔ سو ایسے لوگوں کو کفار کے مکر وفریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں حق تعالیٰ اس عاجز ضعیف کو بھی متقین و محسنین کے ساتھ اپنے فضل ورحمت سے محشور فرمائے۔" (تفسیر عثمانی ص:۳۶۶)

حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریحات اور اصول دعوت ملاحظہ فرمانے کے بعد اب ایک نظر ان ضروری امور پر بھی ڈالنی چاہئے جو ایک داعی کے لئے قرب الٰہی کا موثر ذریعہ ہیں، ان میں سے ایک ایک بات قربت اور سربلندی کا بہترین خزینہ ہے۔

۱:... دعوت کے کام میں غلو اختیار نہ کیا جائے، بلکہ میانہ روی کو ہر حال میں مقدم رکھا جائے، سفر دیرپا اور مفید اور کارگر ثابت ہوگا ویسے بھی ارشاد ربانی ہے: "لاتغلوا فی دینکم" (مائدہ:۷۷)... تم اپنے دین میں ناحق (بے جا) غلو مت کرو...

۲:... دعوت کے کام میں عروج، ترقی اور پائیداری کا دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ غل یعنی کینہ سے بچا جائے، اپنے ایمان والے بھائیوں سے متعلق دل میں کینہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے، ان سے متعلق اپنے دل کو صاف اور کھلا رکھنا ہے تاکہ انہیں آپ کے دل میں جگہ ملے اور وہ آپ کے گرویدہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا" (الحشر:۱۰)... ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے...

۳:... داعی کی قبولیت اور مقبولیت منجانب اللہ ہے اس میں غرور کا شائبہ بھی نہیں آنا چاہئے، اپنی تقریر اپنے علم یا اپنے انداز بیان پر غرور ہرگز نہ ہو بلکہ اس مالک حقیقی کی ان نعمتوں کا استحضار رہے، یہ سب کچھ اس ذات نے عطا کیا جو سب کچھ کرنے والی ہے لہٰذا دعوت کا کام کرنے والا غرور وتکبر سے ہر حال میں دور رہے: "لا تصعر خدک للناس" (لقمان:۱۸)... لوگوں سے اپنا رخ مت پھیرو...

۴:... غفلت وسستی ایک داعی کے ہرگز شایان شان نہیں، اگر داعی اپنی دعوت ومشن سے غافل ہوگیا تو یقیناً یہ خسارے کا سودا ہے، لہٰذا داعی غافل نہ ہو، بلکہ چوکنا اور بیدار مغز ہونا چاہئے تاکہ حالات کے مدوجزر کو بھانپ سکے اور فیصلہ کرنے کی قوت اور ملکہ اپنے اندر موجود پاتا ہو: "لاتکن من الغافلین" (اعراف:۲۰۵)... مت رہ بے خبر...

۵:... داعی الی اللہ کے لئے ضروری ہے کہ غیبت، چغلی اور عیب جوئی جیسی بیماریوں سے بچے ورنہ اس کام کا حسن جاتا رہے گا، بارگاہ عالی سے انعام تو درکنار الٹا وبال جان بن جائے گا، لہٰذا غیبت سے ہر حال میں اجتناب ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: "الغیبۃ اشد من الزنا۔"

۶:... ناساعد حالات و واقعات کے تحت بعض اوقات ایک داعی کی طبیعت میں جھنجلاہٹ اور غصہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ حکمت عملی سے غصہ پر قابو پانا چاہئے ورنہ بنا بنایا کام چوپٹ ہوجائے گا۔ غصہ سے اجتناب ضروری ہے، آپ کی طبیعت میں نرمی، چاشنی اور مٹھاس (دل پسند والی) ہونی چاہئے جس سے قربت اور انس پیدا ہو نہ کہ دوری۔

اللہ تعالیٰ اس ناکارہ سمیت ہم سب کو ان صفات حسنہ سے مزین ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے آخری لمحات

قاضی صاحبؒ پندرہ روز سے بے ہوش تھے، اگر کبھی ہوش میں آتے بھی تو احباب اور عقیدت مندوں کو پہچان نہ سکتے اور نہ ہی گفتگو کر سکتے تھے، موت سے صرف چند منٹ پہلے انہیں ہوش آ گیا، اپنی چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے، تمام گھر والوں اور احباب کو اکٹھا کیا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ صحت مند ہو گئے ہیں، ان کا مرض ختم ہوگیا ہے۔ اس موقع پر آپ کے داماد مولانا نورالحق قریشی، قاضی عبداللطیف، مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولوی منظور احمد اور گھر کے دوسرے افراد موجود تھے، قاضی صاحب نے سب کو اکٹھا کیا، انگشت شہادت سے اشارہ کیا: "وہ دیکھو جنت الفردوس کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے بلا رہے ہیں، تم دیکھ سکتے ہو تو دیکھ لو ورنہ مجھ پر اعتماد کرو، فرشتے جنت کے دروازے پر میرے منتظر ہیں، مجھے خوشی خوشی رخصت کردو۔" اور پھر کلمہ شہادت پڑھا اور آہستہ آہستہ چارپائی پر لیٹ گئے، آنکھیں بند ہوتی گئیں اور کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور، ۲ دسمبر ۱۹۶۶ء، ختم نبوت کے محافظ ص:۱۳۲)

REGD. NO. SS-160

جنت میں گھر بنائیے!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تعمیر ہونے والی جامع مسجد اقصیٰ

سیکٹر ۱۷۔بی، شاہ لطیف ٹاؤن کراچی، کا تعمیراتی کام تیزی سے جاری ہے

آئیے۔۔۔اس صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کیجئے

رابطہ: 0300-9899402، 0321-2277304